وہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے

نگہت سیما

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اس کے میٹرک کے امتحان کا اختتام اور طیبہ پھوپھو کی آمد ایک ساتھ ہی ہوئی تھی۔ ادھر وہ آخری پرچہ دے کر گھر لوٹی' ادھر پھوپھو مع اپنے دو عدد صاحبزادگان کے آوارد ہوئیں۔ کاشف نے اسے جھنجھوڑ کر جگایا۔

"اے اٹھو' بینو کی بچی' دیکھو تو کون آیا ہے۔"

وہ پھر کروٹ بدل کر سو گئی۔

"پھوپھو آئی ہیں۔"

وہ اس کے کان میں چیخا' تو اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔

"کیا مصیبت ہے کاشی' سونے دو نا۔"

"جناب پھوپھو آئی ہیں' ساتھ میں تیمور بھائی اور تنویر بھی ہیں' خوب مزا آئے گا۔"

کیا خاک مزہ آئے گا۔" اس نے جل کر سوچا۔"

"وہ جو اس کا پندرہ روزہ سونے کا پروگرام تھا' وہ تو غارت ہوا نا' اب ظاہر ہے پھوپھو آئی ہیں نا تو۔"

"ہیں کیا کہا تم نے پھوپھو آئی ہیں۔"

وہ اچھل کر بیٹھ گئی۔

"یعنی طیبہ پھوپھو نا۔ اپنی سگی والی پھوپھو جان حیدر آباد سے آئی ہیں۔"

"جی... تو اتنی دیر سے کیا بک رہا ہوں۔"

کاشف نے برا سا منہ بنایا۔ اسے یوں پھوپھو کی آمد کا سن کر کوئی نوٹس نہ لیتے دیکھ کر غصہ آ گیا تھا۔

"دراصل میں نیند میں تھی نا' کچھ سمجھ ہی نہیں آیا۔ کب آئی ہیں پھپھو؟"

اس نے ہاتھوں سے بالوں کو سمیٹ کر پیچھے کیا۔

"بس ابھی کچھ دیر پہلے' لیکن جناب تو گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہی تھیں۔"

"کیسی ہیں پھوپھو جان؟"

اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

"بھئی جیسی پھوپھو جان ہوتی ہیں۔ شفیق، مہربان اور محبت کرنے والی۔ پہلے کتنی بار تو تمہیں بتا بھی چکا ہوں کہ ہماری پھوپھو جان بہت پیاری ہیں بہت اچھی۔"

سیدہ طیبہ بیگم ابا کی اکلوتی بہن تھیں' لیکن چونکہ وہ سندھ کے کسی دور دراز گاؤں میں رہتی تھیں' اس لیے کم ہی آنا ہوتا تھا۔ اس کے ہوش میں صرف دو بار پھوپھو آئی تھیں۔ ایک بار جب وہ چھ سات کی تھی تب' اور ایک بار کوئی دو برس پہلے۔ پہلی بار تو وہ اتنی چھوٹی تھی کہ اسے کچھ یاد نہیں تھا' کہ کیسی پھوپھو کیسی تھیں۔ بس اتنا ہی ذہن میں تھا کہ پھوپھو اسے بہت پیار کرتی تھیں' اور مزے مزے کی کہانیاں سناتی تھیں۔ اور اب جو دو برس پہلے وہ آئیں' تو وہ اور سمو آپا کرامت ماموں کے ہاں گئی ہوئی تھیں' اور کرامت ماموں کے ہاں اس کی طبیعت پر کتنا بار پڑتا تھا' لیکن سمو آپا بہت خوش رہتی تھیں۔ وہاں ہیپی اور ڈیزی تو انہیں گھاس بھی نہ ڈالتی تھیں۔ اور وہ مون اور چاند کیسے عجیب لڑکے تھے' کہ ذرا اچھے نہ لگتے تھے' اسے، اور آنٹی گلناز اور بدر باجی دونوں کتنی اکڑی اکڑی رہتی تھیں' اور اسے تو کرامت ماموں کے ہاں جانے کے خیال سے ہی تپ چڑھ جاتا تھا۔ اور اب تو پھوپھو آ رہی تھیں' اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا' لیکن سمو آپا اسے زبردستی لے گئی تھیں۔ ابا نے منع بھی کیا تھا۔

"تمہاری پھوپھو اتنے عرصے بعد آ رہی ہیں۔"

لیکن وہ سمو آپا ہی کیا' جو کسی کی مان جائیں۔ کاشف پر تو ان کا زور نہیں چلتا تھا' لہٰذا اسے ہی گھسیٹ لے گئیں۔ اماں نے تاکید کی کہ جلدی لوٹ آنا۔

لیکن وہ اس وقت تک کرامت ماموں کے براجمان رہیں' جب تک پھوپھو واپس سندھ نہ لوٹ گئیں۔ دراصل سمو آپا کو اماں نے بڑے لاڈ سے پالا تھا۔ وہ ان سے سے پورے آٹھ برس چھوٹی تھی۔ اور کاشف اس سے ایک برس چھوٹا تھا۔ سو آٹھ برس تک تو تنہا ننھیال و ددھیال کے لاڈ اٹھواتی رہیں' اور پھر اس کے آجانے سے بھی ان کی اہمیت میں کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔ وہ عام سی شکل و صورت کی تھی

جب کہ سمو آپا بے حد حسین تھیں۔ سو کچھ ناز حسن بھی تھا، کچھ طبیعت بھی ایسی تھی کہ کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھیں۔ اور

پھوپھو سے یوں چڑ تھی کہ ایک بار کہیں انہوں نے ان کو بہو بنانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ حالانکہ تیمور سمو آپا سے پورے دو برس چھوٹے تھے۔ لیکن پھوپھو کا خیال تھا اپنوں میں برس دو برس کی چھوٹائی بڑائی کیا۔ سو اس لیے پھوپھو اب تک زیر عتاب تھیں۔ حالانکہ اس روز کے بعد انہوں نے پھر اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ شاید زینت آرا کی نظر پہچان گئی تھیں۔

"اچھا بھئی میں تو چلا، تم آجانا۔ ادھر سب بڑے کمرے میں ہیں۔"

کاشف نے جاتے جاتے کہا۔

تو وہ اٹھی اور جلدی جلدی منہ پر پانی کی چھینٹے مارے' کیونکہ آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں' اور کاشف کے پیچھے ہی بڑے کمرے کی طرف لپکی۔ دروازے پر رک کر لمحہ بھر کے لیے اس نے کمرے کا جائزہ لیا۔

سمو آپا کے سوا سب ہی موجود تھے۔ پھوپھو نیچے قالین پر پاندان سامنے رکھے بیٹھی تھیں۔ ابا بھی ان کے قریب ہی بیٹھے تھے' اور ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور پورا چہرہ روشن روشن لگ رہا تھا اور ایک شریر بھوری آنکھوں والا لڑکا کاشف ان کے پاس کھڑا تھا۔ اور زینت آرا بیگم بھی پھوپھو سے ذرا ہٹ کر خاموش بیٹھی تھیں۔ کاشف کی تنویر کے ساتھ بہت بنتی تھی۔ ابا جب بھی پھوپھو سے ملنے سندھ گئے، اسے ساتھ لے گئے تھے۔ کاشف نے ہی پھوپھو کی اور تنویر کی تعریفیں کر کے اسے مشتاق بنا ڈالا تھا۔

"ارے مینو بیٹی آجاؤ نا۔ وہاں کیوں کھڑی ہو گئی ہو۔ دیکھو تمہاری پھوپھو آئی بیٹھی ہیں۔"

ابا نے اسے کھڑے دیکھ کر پکارا' تو وہ جھجکتے ہوئے آگے بڑھی۔

"ارے میری بچی' میری مینو۔"

پھوپھو نے اسے گلے لگا کر خوب بھینچ کر پیار کیا۔ ایک وہ اماں کی رشتہ دار ہیں گلے بھی ملیں گی' تو یوں جیسے انہیں خطرہ ہو کہ جراثیم چمٹ جائیں گے۔ امینہ نے سوچا۔ پھوپھو مسلسل اسے پیار سے دیکھ رہی تھیں۔

"میری بچی اتنی بڑی ہو گئی۔ ارے تینی ادھر تو آ، بہن سے مل' کیا کھڑا گیں لگا رہا ہے۔"

تنویر نے مسکراتے ہوئے اسے سلام کیا۔

وہ بھی مسکرا دی۔

تنویر اور کاشف تقریباً ہم عمر ہی تھے۔

دیکھا تم نے جعفر علی شاہ، اپنی مینو بالکل اماں پر گئی ہے۔" پھوپھو کے چہرے پر مامتا اور شفقت تھی۔"

"وہی ناک، وہی پیشانی، ویسی ہی آنکھیں۔"

"ہاں۔"

ابا نے بھی محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا۔

"اس کی شکل و صورت ہی نہیں عادتیں بھی ساری اماں پر گئی ہیں۔ وہی سادگی اور قناعت اور ویسی ہی نرم خو اور ہمدرد فطرت' جو پہنایا پہن لیا' جو کھلایا کھا لیا۔ نہ کوئی نخرہ' نہ کوئی ضد اور نہ فرمائشیں۔ میری یہ بیٹی تو عطیہ ہے خدا کا۔ اے طیبہ بیگم تم نے عرصہ سے میری سمو کو نہیں دیکھا۔" اماں کو شاید ابا کی تعریف اچھی نہیں لگی تھی۔ اس لیے فوراً" ہی بات کاٹ دی۔

ہاں... ہاں... کہاں ہے' سمو ابھی تک آئی نہیں۔" پھوپھو نے اسے اِدھر اُدھر متلاشی نظروں سے دیکھا۔"

"اوہ... وہ تو آج صبح سے ہی کسی سہیلی کے ہاں گئی ہے، آتی ہی ہو گی۔"

اماں کس قدر صفائی سے جھوٹ بولتی ہیں۔ ابھی تو جب وہ پیپر دے کر آئی تھی' تو گھر پر موجود تھیں۔ امینہ نے مڑ کر کاشف کو دیکھا' تو کاشف نے اشارے سے بتایا کہ واقعی آپا گھر پر نہیں ہیں۔ گویا اماں پچاس فی صد سچ بول رہی تھیں' اور آپا یقینا پھوپھو کی آمد کے بعد ہی کھسک لی ہوں گی۔ جانے آپا ابا کے رشتے داروں سے اتنی الرجک کیوں ہیں۔ شاید اس لیے کہ وہ بھی ابا کی طرح سادہ اور کھرے سچے لوگ

ہیں۔ اماں کے رشتے داروں کی طرح ماڈرن' لیکن خود غرض اور شوباز نہیں ہیں۔

امینہ نے سوچا اور اماں کی طرف دیکھا' جو تھوڑا سا پھوپھو کے قریب کسک آئی تھیں۔

"سمو تو ساری کی ساری اپنے ننھیال پر گئی ہے۔"

"ہاں آپا۔ اپنی سمو کی عادتیں بھی وہی شاہانہ ہیں۔"

ابا نے مسکراتے ہوئے کہا' تو پتا نہیں اماں ان کی بات کو طنزیہ سمجھیں یا کیا، کہ تیر برساتی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"لو بھلا اپنی سمو میں کیا برائی ہے۔ اس عمر میں اوڑھنے پہننے کا شوق تو سبھی لڑکیوں کو ہوتا ہے۔ اور اب تمہاری لاڈلی کو"

"اوڑھنے پہننے کا سلیقہ نہ ہو تو۔

"زینت آرا... زینت آرا۔"

انہوں نے کسی متوقع جنگ کے خیال سے فوراً بات کاٹی۔

"بخدا، ہمارا مطلب یہ نہیں تھا' جو آپ سمجھ رہی ہیں۔ اور یہ آپ نے پھر تفرقہ کیا کہ ہماری تمہاری۔ اللہ کی بندی"

"... دونوں ہماری بچیاں ہیں۔ دونوں ہماری دو آنکھیں ہیں۔ آپ بات کو سمجھتی نہیں ہیں اور

"یا اللہ... یا اللہ۔"

اس نے آنکھیں بند کر کے دعا کی۔

"یا اللہ اس معرض وجود میں آنے والی عالمی بلکہ خانگی جنگ کو روک۔"

اور شاید یہ وقت، وقت قبولیت تھا' کہ اس کی دعا قبول ہو گئی اور اماں ابا کی بات کا جواب دیے بغیر پاندان اپنی طرف کھسکا کر پان بنانے لگیں۔

دراصل قصور کچھ زینت آرا کا بھی نہیں تھا۔ یہ جو ان کے مزاج میں کچھ تعلی اور اپنی بات منوانے والی بات تھی' تو اس کی وجہ ان کا خاندانی پس منظر تھا۔ وہ نواب خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے والد خاندانی نواب تھے۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی منتقل ہوئے۔ یہاں بھی وہی آن بان تھی۔ اگرچہ وہ نوابی تو نہ رہی تھی' لیکن پیسے، دولت کی ریل پیل تھی۔ صدر ہاؤس تک رسائی تھی۔

سید جعفر علی شاہ اسٹیشن ماسٹر تھے۔ لیکن اصلی اور سچے سید تھے۔ نواب صاحب سے اچانک ملاقات ہوئی تھی۔ نواب

صاحب ان کے اخلاق سے متاثر ہوئے' اور جب پتا چلا کہ وہ بھی سید ہیں تو گھر بلایا۔ زینت آرا بیگم اگرچہ خوش شکل تھیں' لیکن اصلی سید نہ ملنے کی بنا پر ان کی عمر نکلی جا رہی تھی۔ سو نواب صاحب نے سید جعفر علی شاہ صاحب کی والدہ سے درخواست کی کہ وہ زینت آرا کو اپنی بہو کے طور پر قبول کر لیں۔ شجرہ نسب دیکھا اور دکھایا گیا' اور یوں زینت آرا ایک شاندار گھر سے ایک نسبتاً چھوٹے گھر میں آ گئیں۔ خوشحالی تو یہاں بھی تھی' لیکن وہ بات نہ تھی۔ ابا مسکین آدمی تھے' اور ان کی والدہ بھی سادہ دل خاتون تھیں۔

امینہ نے دل ہی دل میں اللہ میاں کا شکریہ ادا کر کے پھوپھو کی طرف دیکھا' اور پھر نگاہیں دروازے پر ہی لمحہ بھر کے لیے ٹک گئیں۔

"تیمور بھائی ہیں شاید۔"

اس نے سوچا۔

لیکن کس قدر خوبصورت بالکل آپا لو کا کوئی دوسرا روپ لگ رہے تھے۔ گیلے بالوں کو ہاتھوں سے پیچھے کرتے ہوئے وہ اندر آئے۔ شاید منہ دھو کر آئے تھے۔

"بیٹے! یہ مینو ہے۔"

اچھا!" وہ مسکرائے۔"

"کیسی ہو بے بی اور یہ اس قدر حیرت سے کیوں دیکھ رہی ہو، یقین کرو ہم تمہارے کزن تیمور شاہ ہیں۔

اس نے شرمندہ ہو کر پلکیں جھپکائیں۔

"سلام تیمور بھائی۔"

دراصل تیمور بھائی کہ مینو اس لیے حیرت سے آنکھیں پھاڑ رہی تھی کہ یہ آپ غلطی سے اماں کے خاندان پر کیسے چلے" گئے۔" کاشف نے کہا۔

اماں کو اپنے خاندان کے حسن پر ناز تھا۔

ابا تو اس کی بات سمجھ کر مسکرا دیے۔ اماں نے گھور کر اسے دیکھا' تو وہ جلدی سے اسے دیکھنے لگا۔ جو برے برے منہ بنا رہی تھی کہ لو اماں کے خاندان میں بھلا کہاں کوئی ایسا ہے؟ وہ چاند اور مون کسی بندروں جیسی تو شکلیں ہیں۔ ان کی اور اس پر لباس کیسے بے تکے پہنتے ہیں۔

"تو یہ تو بالکل اپنے باپ پر ہے۔"

"سچ کیا پھوپھا ابا اتنے ہی خوبصورت ہیں۔"

اس نے بے اختیار پوچھا' اور پھر شرما کر دانتوں تلے زبان داب لی۔ تیمور زیر لب مسکرانے لگے۔

"عقل تو اس لڑکی کو چھو کر نہیں گئی ہے۔"

اماں بڑبڑائیں۔

"ایک وہ سمو ہے ہر بات سوچ سمجھ کر کرے گی۔ اس طرح نہیں کہ جو منہ میں آیا پھٹ سے کہہ دیا۔"

"ارے بچی ہے زینت آرا۔"

تب ہی بوا ٹرالی میں گلاس اور بوتلیں رکھے لے آئیں۔ پھوپھو کو کوک پکڑاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"پھوپھو! آپ پہلے کبھی کیوں نہیں آئیں؟"

"اے بچی کیا کہوں۔ کیسا کیسا دل چاہتا ہے۔ پر کیا کروں ادھر بھی بڑا بکھیڑا ہے، زمینداری کا بڑا کام ہوتا ہے، اب بھی کلیجے پر ہاتھ رکھ کر آئی ہوں۔ تمہارے پھپھا ہارٹ کے مریض، لاکھ نوکر چاکر ہوں پر اتنی تو اور بات ہوتی ہے، اب بھی اماں کو خواب میں دیکھا، گلہ کر رہی ہیں کہ بھائی کو بھلا دیا۔ بس پھر دل نہ لگا تیمور سے کہا کہ جا کر سیٹیں بک کروائے اور جیسی بیٹھی تھی اٹھ کر چلی آئی۔"

انہوں نے تفصیل بتائی۔

"دیکھ بیٹی! بوا بے چاری اکیلی لگی ہوں گی، آج وہ نمو بھی نہیں آیا۔"

ابا نے کہا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کچن میں آ کر بوا کا ہاتھ بٹانے لگی۔

"!سمو آپا"

امینہ نے اپنے بیڈ پر لیٹے لیٹے مڑ کر سمینہ کی طرف دیکھا' جو ہارڈی کا کوئی ناول دیکھ رہی تھی۔

"آپ کو پھوپھو کیسی لگیں؟"

"کیوں...؟ کوئی پہلی بار دیکھا ہے انہیں۔"

"اتنے عرصے بعد تو دیکھا ہے نا۔"

"ہاں۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"پھوپھو کس قدر محبتی ہیں۔ میرا تو اب بھی ان کے پاس سے اٹھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔"

ہوں! یہ جو متوسط طبقے کے لوگ ہوتے ہیں نا' ان کے پاس لٹانے کو بہت محبتیں ہوتی ہیں، خالی خولی محبتیں۔" "

سمینہ نے ناول اوندھا کر کے تکیے پر رکھ دیا' اور امینہ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"مگر آپا۔"

امینہ اٹھ بیٹھی۔ اسے سمینہ کا پھوپھو کے بارے میں تبصرہ پسند نہیں آیا تھا۔

"پھوپھو کا اور ہمارا خاندان کوئی الگ تو نہیں ہے۔"

ہے' ہم میں اور ان میں فرق ہے۔ ہماری رگوں میں نوابی خون بھی دوڑ رہا ہے۔ تمہیں نہیں پتا نانا ابا ایک پوری" "ریاست کے نواب تھے۔

لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے آپا، ہمارا نام' ہماری عزت و وقار تو ابا کے نام سے ہے' اور ہمارا خاندان تو وہ ہے نا" "جو ابا کا ہے۔

تم احمق ہو مینو، پتا ہے میری سب فرینڈز کو یہ پتا ہے کہ میں نواب آف راج گڑھ کی نواسی ہوں' اور سید عظمت علی" شاہ اور سید کرامت علی شاہ میرے ماموں ہیں' اور میں تو سب سے اپنا تعارف نانا ابا کے حوالے سے ہی کرواتی ہوں۔

"سب بہت متاثر ہوتی ہیں۔

"مگر ہماری پہچان تو ابا ہیں آپا۔ ہماری شناخت تو ان سے ہے نا۔"

اس نے بڑے دکھ سے پوچھا' اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"آپ اپنی فرینڈز سے یہ کیوں نہیں کہتیں کہ آپ سید جعفر علی شاہ کی بیٹی ہیں۔ کیا آپ کو اس بات پر فخر نہیں ہے کہ آپ ابا کی بیٹی ہیں؟"

"دیکھو مینو!" سمینہ نے اس کو سمجھانے کی انداز میں کہا۔ "تم ابھی بہت چھوٹی ہو، تم ان باتوں کی نزاکت کو نہیں سمجھ سکتیں۔"

وہ اب اتنی چھوٹی بھی نہ تھی' آپا کی بات کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ اور اسے آپا کی یہ بات بالکل پسند نہیں آئی تھی' اور اس کا دل اندر ہی اندر عجیب سے درد سے دوچار ہو گیا تھا۔

"یہ آپا ایسا کیوں سوچتی ہیں؟"

اسے چپ دیکھ کر سمینہ ہولے سے ہنس دی۔

"میری بھولی بہن میں صحیح کہتی ہوں۔ تو ابھی ان نزاکتوں کو نہیں سمجھ سکتی، تجھے نہیں خبر کہ دنیا کس طرف جا رہی ہے، لوگ اسٹیٹس کے دیوانے ہیں' اور اب تو ہی بتا یہ اپنا تینی ہے نا۔ کس قدر فرق ہے تینی اور مون وغیرہ میں۔"

"بھلا تینی کا ان سے کیا مقابلہ؟"

تینی کے ذکر سے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

ذرا سی دیر میں ہی وہ اسے کاشف کی طرح عزیز ہو گیا تھا' بلکہ اس کی تو اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی تینی سے۔

ہاں اب چاند اور مون کی زندگی میں کتنا گلیمر ہے' اور کس قدر تیز لڑکے ہیں وہ اور یہ تینی ایک دم سے ٹھس۔"

"سلام آپا!" یوں ادب سے مجھے سلام کیا' جیسے میں اس کی کزن نہیں اس کی استانی ہوں۔ میں تو سمجھ رہی تھی شاید ابھی قاعدہ کھول کر مجھ سے قرآن کا سبق لینے بیٹھ جائے گا۔"

"

امینہ نے اس کی حمایت کی۔

"نہیں مینو! یہ متوسط طبقے کے لڑکے جو ہوتے ہیں نا، یونہی ہوتے ہیں جھینپو سے۔ ان میں جرأت نہیں ہوتی۔ ایک وہ چاند اور مون ہیں کس قدر فرنیکلی بات چیت کرتے ہیں۔"

اس نے برا سا منہ بنایا' لیکن سمینہ کی بات کی تردید نہیں کی' اور لمحہ بھر کچھ سوچنے کے بعد ایک دم سے پوچھا۔

"اور... اور تیمور بھائی وہ کیسے لگے آپ کو؟"

"بس ٹھیک ہی ہیں۔"

سمینہ نے پھر کتاب اٹھالی۔

"نہیں آپا! آپ نے دھیان سے انہیں نہیں دیکھا۔ وہ تو اتنے خوبصورت ہیں' اور وہ جو ٹی وی پہ ڈرامہ نہیں آیا تھا"

""بڑ بھیا۔" اس میں وہ جو بڑ بھیا بنے تھے' بالکل ویسے ہی ہیں۔"

"تم نے عظمت ماموں کے شوبی کو نہیں دیکھا۔ اس کے سامنے تو تمہارے یہ تیمور بھائی پانی بھرتے نظر آئیں۔"

سمینہ کے رخساروں اور آنکھوں میں ایک چمک سی آ گئی۔

"اس قدر جولی ہیں نا شوبی۔ ایمان سے جب میں پچھلے برس کراچی گئی تھی نا' تو بہت مزا آیا۔ بہت انجوائے کیا' اور شوبی نے تو اس قدر ہمیں سیریں کرائیں کہ کیا بتاؤں' اور پھر وہ باتیں اتنی خوبصورت کرتا ہے کہ... اور یہ

"تمہارے تیمور بھائی تو صرف مسکرانا ہی جانتے ہیں۔

نہیں تو۔" وہ بجھ سی گئی۔"

"تیمور بھائی تو بہت مزے مزے کی باتیں کرتے ہیں۔"

خاک!" سمینہ نے برا سا منہ بنایا اور کتاب لے کر لیٹ گئی۔"

امینہ نے چپکے چپکے اسے دیکھا۔

سمو آپا کتنی خوبصورت ہیں، نیلے کانچ ایسی آنکھیں اور پھر رنگت کیسی فیئر ہاتھ لگاؤ تو میلی ہونے کا ڈر اور تیمور بھائی بھی۔ کتنا اچھا چاند سورج کا جوڑا ہوتا۔ پر سمو آپا کو تو تیمور بھائی پسند ہی نہیں ہیں' اور وہ شوبی بھائی... یقیناوہ بھی چاند اور مون ہی کی کوئی شے ہوں گے' بے ڈھنکے اور بے سرے سے۔

اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

اب کیا پتا کہ سمو آپا کو تیمور بھائی کیوں پسند نہیں آئے۔ شاید انہوں نے دھیان سے انہیں دیکھا ہی نہیں۔ آئی تھی تو کتنی دیر سے تھیں، جب کھانا لگ چکا تھا' اور پھوپھو بیچاری مارے محبت کے ہر پندرہ منٹ بعد پوچھتی تھیں سمو نہیں آئی۔ اور جب سمو آپا آئی تو کیسی رُکھائی سے ملی تھیں' اور تیمور بھائی کی طرف تو شاید اچھی طرح دیکھا ہی نہیں۔ البتہ کھانا کھاتے ہوئے اس نے تیمور بھائی کی چوری پکڑی تھی، وہ کتنی گہری نظروں سے سمو آپا کو دیکھ رہے تھے، شاید انہیں سمو آپا بہت اچھی لگی تھیں... اور کیا پتا؟

اس کے دل میں اُمید کی ایک کرن سی جاگی۔

سمو آپا کو بھی تیمور بھائی اچھے لگنے لگیں۔ ابھی تو پھوپھو پندرہ دن یہاں رہیں گی' اور ان پندرہ دنوں میں... ناممکن تو نہیں ہے نا۔"

اور اس نے مسکراتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔ اور دل ہی دل میں دعا مانگنے لگی کہ سمو آپا کا دل پسیج جائے۔ لیکن اس کی دعائیں بے اثر ہی گئیں۔ سمو آپا نے ذرا بھی تیمور بھائی کو لفٹ نہیں کرائی تھی۔ وہ تو اکثر گھر سے ہی غائب ہو جاتیں، اتنی ٹمی کے ہاں میلاد ہوتا۔ اور جتنی دیر گھر پر رہتیں اپنے کمرے میں ہی گھسی رہتیں۔ تعلیم سے فارغ ہو چکی تھی' ورنہ یونیورسٹی کا بہانہ بھی ہوتا۔ ایک دوبار انہوں نے دبے لفظوں میں اماں سے عظمت اور کرامت ماموں کے ہاں جانے کا کہا' لیکن اماں نے خلاف توقع ٹوک دیا۔

"اے لو سمو! تمہیں بے وقت ہی سوجھتی ہے۔ اب کیا کہیں گی تمہاری پھوپھو، اتنے سالوں بعد تو وہ آئی ہیں۔ چلی جائیں تو چلی جانا تم بھی۔"

"اے سنو مینو۔"

جانے سے ایک روز پہلے تیمور بھائی نے پوچھا۔

"یہ تمہاری آپا کیا پردہ نشین ہو گئی ہیں۔ دو تین روز سے نظر نہیں آ رہیں۔"

"نہیں تو تیمور بھائی۔"

وہ کچھ گھبرا سی گئی۔

آپ کو پتا ہے ان کی عادت کا۔ وہ کچھ کم گو سی اور تنہائی پسند سی ہیں۔" اس نے دل ہی دل میں کہا اور مسکرا دی۔"

صاف جھوٹ۔

اچھا!" تیمور بھائی نے معنی خیز انداز میں اچھا کہا۔"

"تنہائی پسند لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ روز روز پارٹیاں اور فنکشن اٹینڈ کرتے ہیں۔"

اوہ دراصل۔" اس نے سٹپٹا کر انہیں دیکھا۔"

جھوٹ تو مجھ سے زندگی بھر کبھی بولا ہی نہیں جائے گا۔ لعنت ہو مجھ پر، ایک اماں اور آپا ہیں کس صفائی سے جھوٹ بولتی ہیں کہ سچ کا گمان ہوتا ہے۔ اس نے پوچھا۔

بات یہ ہے تیمور بھائی کہ آپا کچھ مغرور سی ہیں۔" اس نے پیشانی سے پسینے کے قطرے صاف کیے۔"

"اور انہیں ہم لوگ کچھ زیادہ پسند نہیں ہیں۔"

کیا مطلب...؟" تیمور بھائی نے حیرت سے اسے دیکھا۔"

"... میرا مطلب ہے"

افوہ اب وہ کیا کہے، کیسے سمجھائے تیمور بھائی کو کہ آپا کو ابا کے متوسط طبقے سے متعلق ہونے پر سخت اعتراض ہے۔ اور ابا کے حوالے سے ابا کے رشتے دار بھی انہیں اچھے نہیں لگتے۔

"ہاں بھئی، کیا مطلب ہے تمہارا؟"

تیمور ایک دم سنجیدہ سے ہو گئے تھے۔

"...وہ بات یہ ہے تیمور بھائی ہے کہ"

اس نے سر کھجایا۔

"وہ جو آپا ہیں نا وہ اپنے کو رائل فیملی کا فرد سمجھتی ہیں۔"

"رائل فیملی۔"

ہاں!" اس نے معصومیت سے سر ہلایا۔"

"...مگر ماموں تو"

"ہاں ابا تو سیدھے سادھے اسٹیشن ماسٹر ہیں' اور ان کے سات پشتوں میں کوئی نواب نہیں رہا ہو گا۔"

اس نے تیمور کی بات کاٹ دی۔

ہاں نواب تو نہیں رہے' لیکن اماں بتاتی ہیں۔ نانا ابا کی بڑی زمینداری تھی' اور کافی بڑی جاگیر تھی۔ وہ تو پاکستان بننے" کے بعد سب کچھ ادھر ہی رہ گیا۔ تیمور بھائی آپ میری بات نہیں سمجھ رہے ہیں نا۔ آپا جو ہیں از خود کو نانا ابا یعنی نواب "آف راج گڑھ کے حوالے سے متعارف کرواتی ہیں۔

"اوہ... آئی سی۔"

"پتا نہیں مقابلے کا امتحان آپ کیسے دیں گے۔ اتنی سی بات تو آپ کی سمجھ میں آ نہیں رہی تھی۔"

اس نے برا سا منہ بنایا۔

"بس کیا کروں مینو گڑیا کچھ عقل ذرا موئی ہے۔ ہائے داوے تمہاری یہ آپا اپنا مائنڈ چینج نہیں کر سکتیں؟"

"ناممکن... قطعی نہیں۔ دنیا اِدھر سے اُدھر ہو سکتی ہے' لیکن آپا نہیں بدل سکتیں۔"

کاشف نے اندر آتے ہوئے کہا۔

تنویر بھی اس کے ساتھ تھا۔

"یعنی بہت مایوس کن کنڈیشن ہے۔"

"ہوں، سو فی صد۔"

"خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے۔"

تنویر ناک میں منمنایا۔

"اوہ تینی کے بچے کتنی بار تم سے کہا ہے یہ ناک میں میں من من مت کیا کرو۔ کسی دن میرے ہاتھوں خرچ ہو جاؤ گے۔"

تیمور اس کے ناک میں بولنے پر بہت چڑتے تھے' اور وہ بھی جان بوجھ کے انہیں چڑاتا تھا۔

"کوئی بات نہیں ظلِ الٰہی، شہید کہلاؤں گا' اور سیدھا جنت میں جاؤں گا۔"

"اے مینو... مینو بھئی کہاں ہو تم؟"

سمو آپا اسے ڈھونڈتی اور پکارتی ہوئی ادھر ہی آ گئیں۔

"جی آپا!" وہ سعادت مندی سے بولی۔

"میں ادھر ہوں کاشی کے کمرے میں۔"

"اوہ یہاں ہو تم۔" پردہ ہٹا کر انہوں نے سب کو دیکھا' پھر اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"اماں تمہیں بلا رہی تھیں' کہہ رہی ہیں کہ پھوپھو جان کے ناشتے کے لیے بوا کے ساتھ مل کر قیمے والے پراٹھے پکوا لو اور..."

"اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ ٹرین میں سب کچھ مل جاتا ہے۔"

تیمور نے سمینہ کو مخاطب کیا۔

"ہاں... لیکن اماں کا خیال ہے کہ گھر کے کھانے کی بات ہی اور ہوتی ہے۔"

وہ جانے کے لیے مڑیں' لیکن تنویر نے روک لیا۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں۔

کاش پوچھو مدعا کیا ہے۔

"کیا مطلب...؟"

سمینہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"مطلب و طلب کچھ نہیں قابل احترام سمو آپا' بس ایک گزارش ہے کہ ہم جو آپ کے سگے پھوپھی زاد ہیں' اور جو پندرہ دن سے یہاں پڑے ہیں' ہماری خواہش ہے کہ جانے سے پہلے آپ کچھ وقت ہم غریبوں کو بھی دے دیں، تاکہ جب جائیں تو یاد تو رہے کہ ہماری سمو آپا..."

اچھا!" سمینہ جانے کس موڈ میں تھیں کہ ہنس کر بیٹھ گئیں۔"

"چلو اب کرو باتیں۔"

"ہاں، اب ہوئی نا بات۔"

وہ وہیں پلنگ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی' اور تیمور کھڑکی کے پاس کھڑے باہر دیکھتے رہے، سمو نے ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی' خود انہوں نے بھی اسے مخاطب نہیں کیا۔ البتہ وہ ایک بار کنکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ تنویر کے سنائے ہوئے لطیفوں پر ہنس رہی تھیں۔

سمو اتنی مغرور بھی نہیں ہے۔" انہوں نے سوچا۔"

اور اس کے ساتھ زندگی گزاری جا سکتی ہے۔ اس کے دل کے اندر کہیں کوئی گداز گوشہ ضرور ہے' اور نہ وہ تینی کے روکنے پر ہرگز نہ رکتی۔ زندگی کے سفر میں اتنا خوبصورت ساتھی مل جائے تو زندگی کتنی خوبصورت ہو جائے۔"

ہلکی سی مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر آ گئی۔

دراصل اماں کے ساتھ ان کے آنے کا مقصد بھی یہی تھا' کہ وہ سمو کو دیکھ لیں، پرکھ لیں۔ طیبہ بیگم کی دلی خواہش تھی کہ وہ سمو کو اپنی بہو بنائیں۔ اگرچہ تیمور ان سے دو برس چھوٹے تھے' اور ان کے تردد کی وجہ بھی شاید یہی تھی۔ اور انہوں نے اماں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی تھی کہ مرد اور عورت کی عمر میں کم از کم چھ سات برس کا فرق ضرور ہونا چاہیے' اور اس حساب سے تو مینو پوری اترتی تھی' لیکن جب انہوں نے سمو کو دیکھا' تو بے اختیار اماں کے

انتخاب کی داد دی' لیکن پھر اس کے سرد رویئے سے وہ کچھ مایوس سے ہو گئے تھے' مگر اب تینی کی باتوں پر ہنستی ہوئی وہ انہیں بڑی اپنی اپنی سی لگی' اور انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اماں کی بات مان لیں گے۔

"

تنویر نے انہیں بلایا تو وہ چونکے۔

"کیوں... کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں' لیکن میں نے اتنا اچھا لطیفہ سنایا' اور آپ مسکرائے تک نہیں۔"

"دراصل میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔"

"ابھی آپ اتنے امپیور نہیں ہوئے تیمور بھائی کہ ہنسنے میں ہمارا ساتھ بھی نہ دے سکیں۔"

کاشف نے بازو پکڑ کر انہیں کھینچا تو وہ ہنستے ہوئے کھڑکی کے پاس سے ہٹ آئے۔

پھر کتنے سارے دن گزر گئے۔ امینہ کو پھوپھو' تیمور بھائی اور تنویر بہت یاد آتے۔ اس کا بہت دل چاہتا کہ وہ چھٹیوں میں پھوپھو کے پاس جا کر رہے' لیکن ہر بار کوئی نہ کوئی بات ہو جاتی۔ ایک بار اماں بیمار پڑ گئیں' اور ایک بار سمو آپا اڑ گئیں کہ وہ تو عظمت ماموں کے ہاں جائیں گی۔ حالانکہ ان کے تین ووٹ تھے، وہ اور کاشف پھوپھو کے ہاں جانا چاہتے تھے، جب کہ اماں اور آپا عظمت ماموں کے ہاں اور ہمیشہ کی طرح سمو آپا اور اماں ہی جیتیں، کاشف ناراض ہو گیا۔

"مجھے نہیں جانا ان کے ہاں، ایسا لگتا ہے جیسے کوئی گناہ کیا ہو ان کے ہاں جا کر۔ نوکر کھانا لگا دے گا، نوکر ناشتہ دے دے گا اور نوکر ہی۔"

"یہ تم نہیں تمہارا کمپلیکس بول رہا ہے کاشی۔"

سمینہ نے کہا تو وہ چڑ گیا۔

"کمپلیکس تو آپ کو ہے آپا۔"

اور اس سے پیشتر کہ جھگڑا طول کھینچتا ابا نے بیچ بچاؤ کر کے فیصلہ سنا دیا کہ کاشف سمینہ اور امینہ کو عظمت ماموں کے ہاں چھوڑ کر خود گاؤں پھوپھو کے ہاں چلا جائے گا' اور پھر واپسی پر ان کو لیتا آئے گا۔

"کیا ہی اچھا ہوتا کہ ابا اسے بھی کاشف کے ساتھ پھوپھو کے ہاں بھیج دیتے۔"

اس نے بے دلی سے سوچا تھا' اور چپکے چپکے دو چار آنسو بھی بہا ڈالے تھے۔

"مجھے تم سے دلی ہمدردی ہے مینو۔"

کاشف نے بڑی سنجیدگی سے کہا تھا' اور اس سے پہلے کہ وہ اسے مارنے کے لیے اٹھتی وہ بھاگ گیا تھا۔ اور وہ عظمت ماموں کے ہاں جا کر کس قدر بور ہوئی تھی۔ حسب معمول مہمان خانہ ان کے لیے کھول

دیا گیا تھا۔ ماموں اور ممانی سے کبھی کبھار ہی ملاقات ہوتی۔ رہے بچے ٹینا، شینا اور نونی ان کی اپنی مصروفیات تھیں۔ دو تین بار وہ کرامت ماموں کے ہاں بھی گئیں' اور پیپی اور ڈیزی سے ہیلو ہائے کے سوا کوئی بات نہ ہوئی۔ مون اور چاند اپنے گروپ کے ساتھ کسی ورائٹی پروگرام میں حصہ لینے کے لیے لاہور گئے ہوئے تھے، وہ حد سے زیادہ بور ہو رہی تھی' اور چپکے چپکے دل میں ہی دل میں کاشف کے آنے کی دعائیں مانگتی' لیکن سمینہ بہت خوش تھی' کیونکہ شوبی اچانک ہی امریکہ سے آ گیا تھا۔

"ارے تم اچانک کیسے آ گئے شوبی۔"

سمینہ نے بے حد خوش ہو کر پوچھا۔

اس وقت وہ دونوں ناشتے کے لیے جا رہی تھیں کہ وہ اچانک ہی کوریڈور میں مل گیا۔

"سچ بتاؤں۔"

"ہوں۔"

"تم جو یہاں تھیں میرے دل نے کہا' اور میں بھاگا چلا آیا۔"

اوہ ناٹی!" سمینہ نے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔"

ایک دم فضول۔ یہ آپا اتنا بن بن کر کیوں بولتی ہیں۔" اس نے بیزاری سے سوچا۔"

"یہ مینو ہے نا۔"

وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا' تو اس نے ادب سے سلام کیا۔

"سلام شعیب بھائی۔"

"وعلیکم السلام۔" وہ مسکرا دیا۔ "بڑی باادب بچی ہو۔"

تب اس نے پہلی بار سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ مون اور چاند کے مقابلے میں خاصا معقول لگ رہا تھا' لیکن تیمور بھائی کا اور اس کا کیا مقابلہ۔ آپا تو بس یونہی ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھتی ہیں۔ اب وہ شوبی کے متعلق جو بھی رائے رکھتی تھی' لیکن اتنا ضرور ہوا کہ اس کے آنے سے اس کی بوریت کافی حد تک دور ہو گئی تھی۔ شوبی نے انہیں خوب تفریح کروائی تھی' اور انہوں نے خوب انجوائے کیا تھا۔ اکثر تو شوبی اور آپا تنہا ہی چلے جاتے تھے' وہ آپا کو دیکھ کر حیران ہوتی رہتی تھی۔ اور اسے پختہ یقین ہو گیا کہ آپا تو گردن گردن شوبی کی محبت میں ڈوب چکی ہیں' اور یہ کہ اب تیمور بھائی اور ان کا سنجوگ ناممکن ہے، بے چارے تیمور بھائی۔

وہ بڑی مایوس ہو کر واپس آئی تھی' اور اس نے دل ہی دل میں عہد کر لیا تھا' کہ اب کے چاہے کچھ بھی ہو اگلی چھٹیوں میں وہ ضرور پھوپھو کے ہاں جائے گی' اور وقتاً فوقتاً وہ اماں اور ابا کو یاد دہانی کراتی رہتی تھی کہ ان چھٹیوں میں اسے پھوپھو کے ہاں جانا ہے۔ سمو آپا نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ یوں شوبی واپس جا چکا تھا۔

اس روز جب کالج میں اس نے سنا کہ چھٹیاں اس دفعہ وقت سے پہلے ہی ہو جائیں گی' کیونکہ شدید گرمی پڑ رہی ہے تو بے حد خوش ہوئی' اور کالج سے آ کر بجائے اپنے کمرے میں جانے کے سیدھی اماں کے کمرے کی طرف گئی' تا کہ انہیں یاد دہانی کرا دے کہ ایک دو روز میں چھٹیاں ہونے والی ہیں' اور انہیں پھوپھو کے ہاں جانا ہے۔ دروازے کے پاس رک کر اس نے دوپٹہ درست کیا۔ اور کتابیں ساتھ پڑی کرسی پر رکھ دیں' تب ہی اندر سے اماں کی آواز

آئی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے' سمو تیمور کو پسند نہیں کرتی' اور پھر آپ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس کا مزاج اور طرح کا ہے۔ وہ طیبہ کے ہاں خوش نہیں رہ سکے گی۔"

تو پھر۔" یہ ابا کی آواز تھی۔"

میں وہیں کھڑی ہو کر سننے لگی۔

"میرا خیال ہے شوبی اور سمو کا جوڑ ٹھیک رہے گا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے' لیکن کیا کبھی بھابی جان نے تم سے ایسی کوئی خواہش کی؟"

ابا پوچھ رہے تھے۔

"نہیں، لیکن ایک بار عظمت بھائی نے ذکر کیا تھا کہ شوبی اور سمو کی بہت انڈر اسٹینڈ نگ ہے۔"

"اچھا، مگر اب آپا کو کیا جواب دوں؟ کتنے مان سے انہوں نے سمو کو تیمور کے لیے مانگا ہے۔"

ہائے تو کیا پھوپھو کا خط آیا ہے۔" اس نے سوچا۔"

تیمور پڑھا لکھا ہے، اچھی شکل و صورت کا ہے اور اب تو مقابلے کا امتحان بھی اس نے پاس کر لیا ہے۔ کیا جواز ہو انکار کا؟"

سید جعفر علی پریشان سے تھے۔

"ہمیں اپنے بچوں کو بھی خوشی کا خیال رکھنا چاہیے نا' اور سمو کو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔"

زندگی میں پہلی بار شاید اماں نے عقلمندی کی بات کی تھی۔

آپ آپا کو لکھ دیں، مینو بھی تو ہماری بیٹی ہے۔ جیسی وہ ویسی ہی مینو۔ وہ مینو کو تیمور کے لیے قبول کر لیں۔ کیونکہ سمو کے لیے ہم عظمت بھائی سے ہاں کر دی ہے۔"

"مگر ابھی ہاں تو نہیں کی۔"

اوہ ہو تو آپ لکھ دیں کہ سمو کو ان کو بیٹا پسند نہیں ہے۔" اماں کی اوہ ہو پر اسے ایک دم ہنسی آ گئی' اور جلدی سے"

دروازے کے پاس سے ہٹ آئیں۔ لیکن دل عجیب انداز سے دھڑک رہا تھا۔ دھک... دھک... دھک۔
اس نے بے اختیار دل پر ہاتھ رکھ لیا' ایسا تو اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اور اب یہ اماں کیا کہہ ہی تھیں' وہ دھڑکتے دل کو سنبھالے اپنے کمرے میں آ گئی۔
یہ ایک نیا جذبہ تھا جس سے وہ روشناس ہوتی تھی۔ ایک انوکھا اور عجیب سا جذبہ' دل رہ رہ کر تیزی سے دھڑک اٹھتا اور رخسار دہکنے لگتے۔ وہ اور تیمور اور وہ۔ اور یہ احساس بڑا ہی خوش کن اور دلکش تھا کہ تیمور جیسا وجیہہ اور اچھا شخص اس کی زندگی کا ساتھی بنے گا۔ کتنے سارے دن گزر گئے تھے، وہ اپنے میں مگن ہر وقت تیمور کے متعلق سوچا کرتی۔ گھر میں باری باری سب نے ہی اس کی خاموشی کو محسوس کیا' اور وجہ پوچھی' لیکن اس نے ٹال دیا' اب وہ کیا کہتی کہ اس کے اندر عجیب سے جذبوں نے ہلچل سی مچا رکھی ہے۔ ایسے جذبے جن سے اس کے اندر رنگ ہی رنگ بکھر گئے ہیں۔
خوبصورت' خوشنما رنگ اور اس کے
وجود میں ایک خوشبو سی پھیل گئی ہے' محبت کی خوشبو اور وہ ہرن کی طرح اپنی خوشبو میں مست ہوئی جا رہی ہے۔
شاید مجھے تیمور بھائی سے محبت ہو گئی ہے۔" اس نے کاپی پر آڑی ترچھی لکیریں مارتے ہوئے سوچا۔"
مگر کیا محبت ایسی ہوتی ہے کہ دل کسی کے نام پر یکدم دھڑک اٹھے۔ تیز اور تیز جیسا کہ میرا دل تیمور بھائی کے تصور سے ہی دھڑک اٹھتا ہے۔
پتا نہیں ابا نے پھوپھو جان کو خط لکھا ہے یا نہیں' اور اگر لکھ دیا ہے تو جانے پھوپھو جان کیا جواب دیں' کیا پتا تیمور بھائی مجھ سے شادی کرنے سے انکار کر دیں۔ میں آپا جتنی خوبصورت بھی تو نہیں، اور پھر تیمور بھائی تو مجھے بچی سمجھتے تھے۔ اور اب تو دو سال میں میں خاصی بڑی ہو گئی ہوں۔ تیمور بھائی دیکھیں تو حیران رہ جائیں۔ لیکن سمو آپا۔
مینو۔ مینو!" کاشف اسے بلاتا ہوا اندر آ گیا۔"
"یہ تم اعتکاف میں کیوں بیٹھی ہوئی ہو۔"
اس نے امینہ کے ہاتھ سے کاپی لے لی۔ وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ایک نظر کاپی پر دیکھا' جہاں ٹیڑی میڑھی' آڑی ترچھی لکیریں ماری ہوئی تھیں' اور پھر یوں ہی کاپی ہاتھ میں پکڑے پکڑے اس کے

قریب بیٹھ گیا' اور بڑے پیار سے پوچھا۔

کیا بات ہے مینو، تم اتنی چپ چپ سی کیوں ہو۔" اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔"

"نہیں کوئی بات تو ہے۔ کیا کوئی سہیلی ناراض ہو گئی ہے؟ یا پھر۔"

"نہیں کوئی بات بھی نہیں ہے کاشی۔"

اس نے بھاری آواز میں کہا' اور خود بخود ہی اس کی آنکھیں نم ہوئی جا رہی تھیں۔

کوئی بات تو ہے مینو کیا مجھے نہیں بتاؤ گی۔" کاشف نے بڑے خلوص اور محبت سے کہا' تو آنسو بے اختیار اس کی" آنکھوں میں آ گئے۔

"کاشی! کیا میں سمو آپا کے مقابلے میں بہت بد صورت ہوں۔"

تو آپا نے کچھ کہا ہے۔ دیکھو مینو تم آپا کی بات کا برا نہ مانا کرو۔ وہ تو ہمیشہ سے ایسی ہی ہیں کچھ کچھ مغرور سی اور پھر" "... اس میں آپا کا بھی کچھ قصور نہیں ہے۔ دراصل اماں نے ہی انہیں

کاشی۔" اس نے اسے ٹوک دیا۔"

"آپا دل کی بری نہیں ہیں مینو۔"

"مجھے پتا ہے۔"

اس نے انگلی کی پوروں سے اپنے آنسو پونچھے۔

"بس تم مجھے صرف یہ بتاؤ کہ کیا میری شکل بہت بری ہے؟"

"اگر میں کہوں ہاں تو تم کیا کر لو گی۔"

کاشف کو شرارت سوجھی۔

"میں، میں بھلا کیا کر سکتی ہوں۔"

اس نے دکھے دل سے کہا' اور ایک بار پھر آنسو اس کی آنکھوں میں آ گئے۔

دیکھو مینو۔ تم بہت پیاری' بہت خوبصورت ہو' اور یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ تمہاری شکل بری ہے۔ کچھ "
خوبصورتیاں ایسی ہوتی ہیں جو دکھائی دیتی ہیں' اور کچھ ایسی ہوتی ہیں جنہیں صرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ تمہاری
"خوبصورت صرف نظر ہی نہیں آتی، محسوس بھی ہوتی ہے۔
"!اوہ"
اس نے بڑی حیرت سے کاشف کو دیکھا' جو عمر میں اس سے چھوٹا تھا' اور فرسٹ ایئر کا سٹوڈنٹ تھا' لیکن کتنی بڑی
بڑی باتیں کر رہا تھا۔
اس کی آنکھوں میں جگمگاہٹیں سی اتر آئیں۔
"یقین نہیں آتا تو آئینے میں دیکھ لو۔"
ارے مینو کی بچی! تمہاری تو آنکھیں ہی اتنی خوبصورت ہیں کہ آپا کا سارا حسن ایک طرف اور تمہاری آنکھیں ایک "
"طرف۔
اچھا سچ۔" اس نے ہولے سے اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ لڑکیاں بھی تو اس کی آنکھوں اور اس کی پلکوں کی بہت "
تعریفیں کرتی تھیں۔
چلو اب اٹھو۔ باہر چلو اور ایک کپ چائے بنا دو۔ مجھے سر میں درد ہو رہا تھا۔ بوا بے چاری آرام کر رہی ہیں' اور تمو "
"شاید کہیں کام سے باہر گیا ہے۔
اچھا۔" وہ اٹھ کر چپل پہننے لگی۔ "
اور وہاں یہ پھوپھو جان کے ہاں جانے کا چاؤ ختم ہو گیا؟" کاشف نے اس کے پلنگ پر دراز ہوتے ہوئے پوچھا۔ "
کہاں تو صبح و شام ابا جان کو یاد دہانی کرائی جاتی تھی' اور کہاں اب چھٹیاں ہوئے دس دن بیت گئے ہیں' محترمہ نے "
"ایک دفعہ بھی جانے کو نہیں کہا۔
... اب اسے کیا پتا کہ اماں میرے متعلق کیا سوچ رہی ہیں اور پتا نہیں

وہ تو اچھا ہوا ابا نے رات خود ہی مجھ سے کہا کہ پروگرم بنالو۔" کاشف نے کہا۔"

سچ۔" بے اختیار اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔"

"ہاں ابا میں اور تم پھوپھو جان کے ہاں چلیں گے' اور اماں اور آپا کرامت ماموں وغیرہ کے ہاں جائیں گی۔"

"مگر۔ مگر کیا پھوپھو جان کا کوئی خط آیا ہے۔"

"نہیں۔ میرے خیال میں تو نہیں۔"

کاشف نے آنکھیں بند کرلیں' اور یونہی آنکھیں موندے موندے کہا۔

"سنو اگر سر درد کی ایک گولی مل جائے تو وہ بھی لیتی آنا۔"

"!اچھا"

وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ لیکن میں پھر وسوسے سے جاگ اٹھے تھے۔

جانے پھوپھو کیا کہیں۔

کیا پتا وہ صرف سمو آپا کو ہی بہو بنانا چاہتی ہوں۔ لیکن نہیں سمو آپا سے زیادہ تو وہ مجھ سے پیار کرتی تھیں۔

سمو آپا تو گھڑی دو گھڑی کے لیے کبھی ان کے پاس بیٹھی تک نہ تھیں۔ بس سارا وقت کمرے میں ہی گھسی رہتی تھیں، پھوپھو کا کتنا دل چاہتا تھا کہ وہ ان کے پاس آکر بیٹھیں' اور باتیں کریں۔ مگر آپا انہیں تو بس شوبی بھائی اچھے لگتے ہیں۔ شکر ہے وہ مون اور چاند کی طرح جوکر نہیں لگتے بس گوارا ہی ہیں۔ اس نے برا سا منہ بناتے ہوئے چائے کا پانی چڑھا دیا۔

تب ہی آپا بوکھلائی ہوئی سی اندر داخل ہوئیں۔

"ارے مینو۔ سنو۔ سنو تو۔"

کیا ہوا آپا؟" وہ گھبرا کر مڑی۔"

"وہ... وہ آئے ہیں مینو شوبی، آنٹی اور عظمت ماموں۔"

"کیا؟"

اسے بھی حیرت کا شدید جھٹکا لگا، کم از کم اس کے ہوش میں پہلی بار آنٹی اور شوبی ان کے گھر آئے تھے' البتہ کرامت ماموں اور عظمت ماموں ایک دو بار آئے تھے' ایک بار جب اماں شدید بیمار پڑی تھیں' اور ایک بار جب ابا کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔

"ہاں میں نے ابھی کھڑکی میں سے دیکھا ہے، وہ لوگ گاڑی میں سے سامان اتار رہے تھے۔ دیکھو مینو بیل ہو رہی ہے۔"

سمو بہت ایکسائیٹڈ ہو رہی تھیں۔

"کاشی... کاشی۔"

انہوں نے وہیں کچن کے دروازے میں سے آواز دی۔

"دیکھو باہر کون آیا ہے۔"

اور پھر امینہ کو وہیں حیران و پریشان چھوڑ کر وہ باہر کی طرف بھاگیں' تاکہ اماں کو ان کے آنے کی اطلاع دے سکیں۔

امینہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

ہو نہ ہو آنٹی ضرور سمو آپا کے لیے شوبی بھائی کا رشتہ لائی ہیں۔

اس نے سوچا اور تھوڑی دیر بعد جب آپا رات کے لیے کھانے کی ہدایت دینے کچن میں آئی' تو اس نے آپا سے بھی یہ بات کہہ دی۔

"آپا یہ آنٹی اور عظمت ماموں کہیں شوبی بھائی کا رشتہ لے کر تو نہیں آئے۔"

شاید۔" سمو آپا کے رخساروں پر شفق دوڑ گئی۔"

"سمو آپا! آپ کو شوبی بھائی بہت اچھے لگتے ہیں۔"

اس نے آہستگی سے پوچھا۔
ہاں۔"سمینہ کی پلکیں جھک گئیں۔"
"اور شوبی بھائی بھی آپ کو۔"
ہوں۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔"
"شوبی تو کہتا ہے کہ وہ میرے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"
"اچھا۔"
اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو مزید پھیلا لیا۔
"آپ وہاں عظمت ماموں کے گھر بہت خوش رہیں گی آپا۔"
سمینہ نے اس کی طرف دیکھا،اس کی یہ چھوٹی بہن کس قدر احمق اور بے وقوف سی تھی' اور کیسے الٹے سیدھے سوالات کرتی تھی۔
"مینو تم بھی بس۔"
آپا، میری اچھی آپا!" اس نے سمینہ کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔"
"خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے ہمیشہ اور شوبی بھائی بھی آپ کو ہمیشہ اسی طرح چاہتے رہیں۔"
اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔
"پاگل ہو تم بھی مینو۔"
سمینہ نے اس کی بانہیں اپنے گلے سے نکالیں' اور بوا کو دیکھنے لگیں' جو ایک طرف بیٹھی پیاز چھیل رہی تھیں۔
امینہ نے ایک نظر سمینہ کی طرف دیکھا' اور پھر تیزی سے باہر نکل آئی۔ خواہ مخواہ ہی اس کا دل بھر آیا تھا۔ بس وہ ایسی ہی تھی' چھوٹی سی۔ بات بات پر رو دیتی تھی' اور چھوٹی چھوٹی باتیں ہی اسے خوش کر دیتی تھیں۔ اب اس وقت سمینہ سے جدائی کا خیال اس اندر ہی اندر پگھلا رہا تھا۔
اللہ! آپا چلی جائیں گی تو کس قدر یاد آئیں گی۔" اس نے اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے سوچا۔"

کاشف ٹوکری ہاتھ میں اٹھائے گنگناتے ہوئے اپنے کمرے سے باہر نکلا۔

کدھر جارہے ہو؟" امینہ نے پوچھا۔"

"آم، آلو بخارے، آئسکریم۔"

وہ جیب سے لسٹ نکال کر پڑھنے لگا۔

"بس بس۔"

امینہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"لگتا ہے اماں آج ہی انہیں ساری ڈشز کھلا دیں گی، بھئی اب وہ لوگ آئے ہیں تو کچھ دن رکیں گے ہی نا۔"

"ہاں شاید۔"

وہ ٹوکری جھلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اس نے ذرا سا جھانک کر دیکھا۔ شوبی بھائی کاشف کے بیڈ پر لیٹے تھے۔ عظمت ماموں اور ممانی تو ابا کے کمرے میں آرام کر رہے تھے' اور اماں بے چاری اکیلی بڑے کمرے میں بیٹھی پان بنا بنا کر کھا رہی تھی۔ اب ظاہر ہے ممانی تو ممانی تھیں' کوئی پھوپھو جان تو تھیں نہیں کہ سب کے ساتھ بڑے کمرے میں بیٹھی تھی اور سفر کی تھکان کے باوجود باتیں کیے جا رہی ہیں۔ حتیٰ کہ رات کو بھی ضد کر کے سب کے بستر بڑے کمرے میں لگوا دیئے تھے (سوائے سمو آپا کے) کہ سالوں بعد تو ملے ہیں جی بھر کر باتیں کریں گے' اور یہاں تو بڑی ممانی نے ڈھنگ سے بات تک نہ کی تھی۔ چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر آرام کرنے چلے گئے تھے۔ وہ اپنے کمرے کی طرف جاتے جاتے پلٹ آئی۔

اماں!" اس نے بڑے کمرے میں جھانکا۔"

"آپ بھی تھوڑی دیر آرام کریں، ابا تو شاید دیر سے آئیں۔"

"لو بھلا اب کہاں آرام کا ٹائم ہے، چار تو بجنے والے ہیں۔ اور میں نے تو ابھی نماز بھی نہیں پڑھی۔"

"تو پھر جلدی کریں نا دیر ہو رہی ہے۔ ابا کہتے ہیں نماز میں دیر نہ کیا کرو۔"

"اچھا سبق نہ دے مجھے۔"

اماں یہ اچانک ماموں جان کیسے آ گئے۔" اس نے تجسس سے پوچھا۔"

"پہلے تو یہ لوگ کبھی نہیں آئے تھے ہمارے گھر۔"

اے عظمت کوئی فارغ تو بیٹھے نہیں کہ جب دل چاہا اٹھ کے چل دیں' سو طرح کے کام ہوتے ہیں۔ اب دل چاہا ہو گا،"

"فرصت ہو گی تو چلے آئے۔ بہن کا گھر ہے جم جم آئیں۔

"وہ تو ٹھیک ہے اماں لیکن۔"

بات تو اس کے دل میں اٹکتی ہی نہ تھی، کھد بھد ہو رہی تھی کہ اپنے خیال سے اماں کو آگاہ کر دے۔

"وہ میرا خیال ہے اماں۔"

اس نے بڑی رازداری سے اِدھر اُدھر دیکھا۔

"ہو نہ ہو ماموں جان ضرور آپا کے لیے شوبی بھائی کا رشتہ لائے ہوں گے۔"

اماں کی آنکھوں میں جگمگاہٹیں سی اتر آئیں، مینو نے تو ان کے دل کی بات کہہ دی تھی۔

"چل ہٹ جو منہ میں آتا ہے بک دیتی ہے۔"

انہوں نے اپنی خوشی دل ہی میں چھپاتے ہوئے کہا۔

وہ ان کے کندھے پر لٹک سی گئی۔

جب ہم ماموں جان کے ہاں گئے تھے ناں تو شوبی بھائی' سچی اماں شوبی بھائی اور سمو آپا کا جوڑا خوب رہے گا۔ اماں"

"آپ سمو آپا کی شادی جلد کر دیں گی۔

"مینو تو تو سچ مچ پاگل ہے۔"

اماں اسے جھٹک کر کھڑی ہو گئیں۔

"نماز کو دیر ہو رہی ہے۔ ہاں سنو' کوفتے تم خود بنانا، بوا کوفتے یوں بناتی ہیں جیسے کسی کا سر پھاڑنا ہو ان سے۔"

"ٹھیک ہے' اماں بنالوں گی۔"

وہ منمنائی۔

لیکن اماں کیا عظمت ماموں اور آنٹی آپا کی منگنی کر کے جائیں گے۔ میں آپ کی منگنی پر اپنی سہیلیوں کو بھی بلاؤں گی۔"

"اوہو تمہاری تو وہ مثل ہے مینو کہ۔"

پلیز اماں۔" اس نے اماں کو بات مکمل ہی نہ کرنے دی۔"

"اچھا بابا بلا لینا اپنی سہیلیوں کو، دعا کرو کہ جو ہم سوچ رہے ہیں ویسا ہی ہو۔"

"ویسا ہی ہو گا اماں۔"

اس نے پورے یقین سے کہا۔

اب اماں کو کیا پتا کہ شوبی بھائی سمو آپا پر کیسے فدا ہوتے رہے تھے اور آپا۔ آپا تو بس شوبی بھائی کا دم بھرتی ہیں۔

وہ وہیں اماں کے تخت پوش پر لیٹ کر آپا کی شادی کے خواب دیکھنے لگی۔

لیکن یہ خواب خواب ہی رہے۔ اور عظمت ماموں شوبی بھائی کا رشتہ ملک نذر احمد کی اکلوتی صاحبزادی ٹینا نذر سے طے کر کے واپس کراچی بھی چلے گئے۔ اسے تو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ شوبی بھائی سمو آپا کو یوں نظر انداز کر دیں گے۔ کس قدر وہ سمو آپا کی تعریفیں کیا کرتے تھے' اور اب اماں تو کتنی ہی دیر تک گنگ بیٹھی عظمت ماموں کی طرف دیکھتی رہیں' اور بڑی دیر بعد بولیں بھی تو بس اتنا۔

"مگر سید عظمت علی شاہ یہ ملک نذر تو غالباً سید نہیں ہیں۔"

ہاں ہاں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ آج کل ذات پات کوئی نہیں دیکھتا۔ اور پھر یہ لڑکی ٹینا وہاں امریکہ میں اپنے شوبی کے" ساتھ پڑھتی ہے۔ گرین کارڈ ہولڈر ہے' اس کے والدین عرصے سے وہیں مقیم ہیں۔ یہاں تو کبھی کبھار ملک صاحب اپنے والد سے ملنے چلے آتے ہیں۔ اور پھر شوبی میاں تو امریکہ ہی سیٹل ہونا چاہتے ہیں۔ آج کل بچوں کی پسند کو اولیت

"دی جاتی ہے۔ زندگی تو انہوں نے ہی گزارنی ہوتی ہے نا بجو۔
اور اماں بے چاری تو بس چپ گھپ ٹکر ٹکر انہیں دیکھتی رہیں، ان کی عمر تو اسی خاندان کے چکر میں ہی گزر گئی تھی' اور اگر سید جعفر علی شاہ نہ ملتے تو شاید وہ تو بابل کی دہلیز پر ہی بیٹھی رہ جاتیں۔
ابا نے اس مسئلے پر کوئی خاص تبصرہ نہیں کیا تھا۔
شکر ہے میں نے ابھی آپا کو جواب نہیں دیا تھا۔" انہوں نے محض اتنا ہی کہا۔"
سب سے زیادہ دکھ تو سمینہ کو ہوا تھا۔ کتنے دن تو وہ کمرے سے باہر ہی نہ نکلیں۔
"!بے چاری آپا"
وہ بہانے بہانے ان کی دلجوئی کرنے کی کوشش کرتی' اور شوبی بھائی کو لے لقمے سناتی۔
سمینہ کو کتنا شدید صدمہ پہنچا تھا' اور امن کے غم کی نوعیت کتنی گہری تھی، اس کا انہوں نے اظہار نہیں کیا تھا' لیکن وہ دل ہی دل میں ان کے لیے کڑھتی رہتی۔ پورا گھر ہی اداس لگتا تھا۔ کاشف جو اس ساری صورتحال سے قطعی ناواقف تھا' وہ بھی نہ جانے کیوں خاموش خاموش سا تھا' اور اس خاموش فضا میں پھوپھو کے خط نے خوشی کی لہر سی دوڑا دی تھی۔ انہوں نے بڑے خلوص سے سب کو بلایا تھا۔
بچوں کی چھٹیاں ہیں، اب کے ضرور انہیں بھیجو۔" اور جب جعفر علی شاہ نے سب کی رائے پوچھی تو سب سے پہلے" سمینہ نے خوشی کا اظہار کیا۔

"ہاں ابا ہم ضرور جائیں گے مجھے شوق ہے پھوپھو کے گھر جانے کا۔"
ایں۔" کاشف اور امینہ نے بیک وقت حیرت سے سمینہ کی طرف دیکھا' لیکن وہ ان سے بے نیاز ابا سے پوچھ رہی" تھیں۔
"ہاں تو ابا کب چلیں گے پھوپھو کے ہاں؟"
ہوں!" مینو نے ہولے سے سر جھٹک کر کاشف کے کان میں سرگوشی کی۔"

"یہ آپا ہمیشہ حیران کرتی ہیں۔"

یہ کایا پلٹ ہوئی کیسے؟ آپا تو پھوپھو جان کا نام سن کر ہی اچھل پڑی تھیں۔

کاشف نے بھی جواب میں سرگوشی کی۔

"بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے؟"

وہ بھی منمنائی۔

"اماں! آپ بھی چلیں نا ہمارے ساتھ۔"

"نہ بچو، تم آؤ۔ مجھے اپنے گھر کے سوا کہیں چین نہیں ملتا۔"

اماں سچ مچ اداس تھیں مینو کا دل ان کے لیے دکھ گیا۔

"اماں آپ کرامت ماموں کے ہاں چلی جائیں بہت عرصہ سے نہیں گئیں۔"

اس نے بڑے خلوص سے مشورہ دیا۔

"ارے بچو تم میری فکر نہ کرو، اپنی تیاری کروالیں' بس یہیں ٹھیک ہوں۔ تمہارے ابا چلے جائیں گے ایک دو روز کے لیے۔"

"میں!" جعفر علی شاہ نے حیرت سے پوچھا۔"

"ہاں، آپ نے طیبہ کے خط کا جواب تو دیا نہیں تھا۔ اب سامنے ہی بات کر لیجئے گا۔"

"کیا بات؟"

انہوں نے پوچھا تو اماں نے مڑ کر سب کی طرف دیکھا۔

"ایک تو آپ کا حافظہ بڑا کمزور ہو گیا ہے۔"

اوہ ہاں اچھا ٹھیک ہے۔" ابا کو بھی شاید یاد آ گیا تھا۔"

مینو کا دل یکبارگی بڑے زور سے دھڑکا۔ اور اس کے رخسار تپ سے گئے۔ وہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔

"تو ہم تیاری کریں۔"

"ہاں۔ہاں میں کارڈ بنوالوں گا۔"

اس کے پیچھے ہی سمینہ اور کاشف بھی نکل آئے۔اس نے بڑے غور سے آپا کے چمکتے ہوئے چہرے اور مسکراتی ہوئی آنکھوں کو دیکھا' جن میں ملال کے کوئی رنگ نہ تھے،دکھ کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔

آپا آپ کو دکھ نہیں ہوا شوبی بھائی کی منگنی کا۔" ان کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اس نے پوچھا۔"

"لعنت بھیجو سمو آپ سر دھو کے باز،فریبی۔نفرت ہے مجھے ایسے مردوں سے۔"

"لیکن وہ تو کہتے تھے' آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے' تو کیا اب زندہ رہ لیں گے وہ۔"

اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

تم بہت بھولی ہوئی مینو۔" سمو آپا نے پیار سے اسے دیکھا۔"

"یہ سب مرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔یونہی باتیں کرتے ہیں' لیکن مرتا ورتا کوئی نہیں۔"

"اور آپ آپا؟"

میں۔" وہ ہولے سے ہنسیں۔"

"ہاں آپ شوبی بھائی کے بغیر۔"

میں ان بے وقوف لڑکیوں میں سے نہیں ہوں مینو۔جو کسی بات کو روگ بنالیتی ہیں۔مجھے دکھ ضرور ہوا' لیکن میں"

"بھی اس شوبی کے بچے کو بتادوں گی کہ دنیا اس جیسے لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔

ہاں ٹھیک ہے' سچ تو یہ ہے کہ مجھے تو شوبی بھائی ذرا پسند نہ تھے۔وہ تو بس آپ کو پسند تھے' نا اس لیے میں بھی راضی ہو"

"گئی تھی۔

ہاں تو تو میری دادی اماں لگتی ہے نا۔" سمینہ کو بے اختیار ہنسی آگئی۔"

وہ بھی ہنس دی۔

"ارے میری چوڑیاں۔"

اسے اچانک ہی یاد آیا کہ وہ اپنی چوڑیاں جو آج ہی کاشف نے اس سے منگوائی تھیں' وہیں بڑے کمرے میں چھوڑ آئی

ہے۔

"آپا آپ چلیں' میں چوڑیاں لے کر آتی ہوں،اتنی پیاری سفید چوڑیاں ہیں کسی کے پاؤں کے نیچے آ کر ٹوٹ نہ جائیں۔"

وہ تیزی سے واپس پلٹی' لیکن پھر بڑے کمرے کے دروازے پر ہی ٹھٹک کر رک گئی۔

"شکر ہے آپ نے ابھی طیبہ کو مینو کے لیے نہیں لکھا تھا۔"

"ہاں ہر بات میں خدا کی مصلحت ہوتی ہے' لیکن ایک بات ہے زینت آرا میرا دل سمو کے لیے ڈرتا ہے،پتا نہیں وہ آپا کے گھر ایڈجسٹ بھی ہو گا یا نہیں۔اس کا مزاج اور طرح کا ہے۔ آپا اور بچے بڑے سادہ ہیں اور اپنی سمو۔ مینو وہاں خوش رہتی۔"

"ارے چھوڑو جعفر علی مینو ابھی بچی ہے' اور کچھ خبر بھی ہے سمو پورے پچیس کی ہو چکی' اور اب اس عمر میں باہر سے کون پوچھے گا۔ لاکھ خوبصورت سہی لوگ تو عمر دیکھتے ہیں۔ میں نے ہی اس کمبخت شوبی کی امید میں کئی اچھے رشتے ہاتھ سے گنوائے۔ اور اللہ رکھے تیمور افسر ہیں' بیوی کو گاؤں میں تھوڑے ہی رکھیں گے۔ سنا ہے ان کی پوسٹنگ ملتان ہوئی ہے۔"

"تمہیں کس نے بتایا؟"

"کاشی بتا رہا تھا' شاید تنویر نے لکھا ہو اسے۔ہاں تو تم طیبہ سے بات کر لینا' بلکہ میں تو کہتی ہوں شادی کی تاریخ طے بھی کر آنا۔اب دیر نہیں ہونی چاہیے۔ ارے مجھ کمبخت نے پہلے ہی وقت گنوا دیا۔"

"تم نے سمو سے بھی پوچھا؟"

جعفر علی نے دبے لہجے میں کہا۔

"ہوں پوچھ لیا۔"

اماں کی آواز میں خوشی کا تاثر تھا' اور باہر دروازے کے پاس کھڑے کھڑے مینو کو ایسا لگا کہ جیسے کسی نے اس کا دل

نوچ لیا ہو۔ دل عجیب طرح سے بیٹھا جا رہا تھا۔

یا اللہ اگر ایسا نہیں ہونا تھا' تو پھر میرے دل میں یہ خیال آیا ہی کیوں؟ کاش... کاش! اماں نے اس روز تیمور "
"کے ساتھ میرا نام نہ لیا ہوتا' اور اگر ایسا سوچا بھی تھا' تو میں نے ہی نہ سنا ہوتا۔

وہ وہیں سے پلٹ آئی' اور اپنے کمرے میں جانے کے بجائے اوپر چھت پر چلی گئی۔ اور نہ جانے کتنی دیر منڈیر سے ٹیک لگائے بیٹھی آنسو بہاتی رہی' لیکن دل پر پڑا بوجھ کم نہ ہوا۔ تب سب کی نظر بچا کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی' اور سر درد کا بہانہ کر کے چادر اوڑھ کر لیٹ گئی۔

تو یہ تھا یک طرفہ محبت کا انجام۔

جو پندرہ دن پہلے خود بخود ہی کسی خودرو پودے کی طرح اس کے دل میں پھوٹ پڑی تھی۔ محض اماں کے ایک جملے سے۔

اور آج اماں کے ہی ایک جملے نے اس کے محبت بھرے دل کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔

اوہ میرے خدا۔

اس نے زور سے اپنی آنکھیں بھینچ لیں۔

آخر یہ میرا دل اس طرح کیوں ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ صرف پندرہ دن پہلے ہی تو تیمور کا خیال میرے دل میں آیا ... تھا۔ اور

اور ایک آپا ہیں پورے پانچ برس تک شوبی بھائی کی محبت کا دم بھرتی رہیں۔

اور شوبی بھائی نے بھی تو انہیں کیسی کیسی امیدیں دلائی تھیں۔ کتنے وعدے کیے تھے، کتنی قسمیں کھائی تھیں۔ پھر بھی آپا ان کی بے وفائی کے بعد بھی کتنی مطمئن ہیں۔

کس قدر شانت۔

اور ایک وہ ہے کہ نہ تو اس نے تیمور سے محبت کا اقرار کیا' اور نہ ہی تیمور بھائی نے کوئی قسمیں کھائی' کوئی وعدے کیے پھر بھی۔

پھر بھی،اس کا دل ریزہ ریزہ ہوا جاتا ہے' اور روح جیسے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی ہے۔

شاید میں بہت بے حوصلہ ہوں تھڑ دلی۔

میرا دل کمزور ہے۔میں آپا کی طرح مضبوط نہیں ہوں' اور شاید میرا دل اب عمر بھر یونہی پارہ پارہ رہے۔

اور میری روح یونہی ٹکڑے ٹکڑے ہوتی رہی' اور محبت کی یہ خلش،یہ تڑپ' یہ کسک شاید کبھی ختم نہ ہو۔

اوہ خدایا! ایسا کیوں ہوا میرے ساتھ؟ کیوں؟اس کی بند آنکھوں میں آنسوؤں نے ایک بار پھر ہلچل مچادی۔

"مینو۔ مینو تو کہاں رہ گئی تھی۔"

سمو نے باتھ روم سے باہر آتے ہوئے پوچھا۔

"میں سارے گھر میں دیکھ آئی تھی' اور یہ تو چادر اوڑھ کر کیوں لیٹ گئی۔خیریت تو ہے نا۔"

میرے سر میں بہت شدید درد ہے آپا۔اس نے جلدی جلدی آنسو صاف کیے' لیکن آنسو تو بہے چلے جا رہے تھے۔"

"ارے کہیں بخار تو نہیں ہو گیا۔"

یہ سمو نے اس کے چہرے سے چادر ہٹائی۔

"تو رو رہی ہے مینو پگلی رونے سے تو درد اور بھی بڑھ جائے گا۔"

"آپا بہت درد ہے' نا قابل برداشت۔"

وہ دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر رونے لگی تو سمو گھبرا گئیں۔

"ارے ارے رو نہیں میں ابھی کاشی کو بھیج کر ڈاکٹر صمد سے دوا منگواتی ہوں۔"

کبھی کبھی کوئی جھوٹ بھی کتنا کار آمد ہوتا ہے۔ سمو کے جانے کے بعد اس نے روتے روتے سوچا' لیکن نہیں جھوٹ کہاں۔

درد تو واقعی نا قابل برداشت ہے۔

یہ الگ بات تھی کہ یہ درد سر میں نہیں دل میں تھا' اور رہ رہ کر دل میں درد کی لہریں سی اٹھ رہی تھیں' اور درد کی اس شدت میں تو کئی دن گزرنے کے بعد بھی کمی نہیں آئی تھی۔البتہ آنسو خشک ہو گئے تھے۔سید جعفر علی نے ایک ہفتے کی

چھٹی لے لی تھی۔ کاشف اور سمو نے بھی اپنی پیکنگ کر لی تھی۔ لیکن اس کا جانے کا موڈ نہیں ہو رہا تھا۔

ابھی درد نا قابل برداشت تھا۔

ابھی شاید زخم مندمل ہونے میں کچھ وقت لگے، پھر سہی۔ اگلے سال وہ پھوپھو جان کی طرف چلی جائے گی۔ تب تک شاید دل سنبھل جائے گا۔ اسے اقرار آجائے گا۔ آخر ٹکڑے ٹکڑے دل کو جڑنے میں کچھ وقت تو لگتا ہی ہے نا۔

...اس نے اماں سے کہا کہ

وہ نہیں جائے گی' انہیں کے پاس رہے گی۔ لیکن کسی نے اس کی ایک نہ سنی۔

"بوا ہیں، نمو ہے' اور پھر وہ نمو اپنی بیوی کو بھی لے آئے گا۔ اکیلی کیسی؟"

اماں نے صاف انکار کر دیا۔

کوئی رہنے کی ضرورت نہیں۔ بہن بھائی کے ساتھ جاؤ گھومو پھرو۔ کہاں تو سارا سال میرا کان کھاتی رہی ہے۔ اور "

"کہاں اب نہ بی بی مجھ پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں۔ سدھارو اپنے ابا کے ساتھ ایک بار جی بھر کر رہ آؤ۔

اور وہ بے حد اداس اداس اور چپ چپ سی چلی آئی۔

پھوپھو جان کا گھر بہت بڑا تھا۔ ان کے گھر سے بھی بڑا۔ ڈھیروں تو کمرے تھے وہاں' اور پھر پھوپھا جان بھی بہت اچھے تھے' بالکل ابا کی طرح نرم نرم لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے۔ سب ہی ان کے آنے سے بہت خوش تھے۔ پھوپھو تو واری صدقے ہو رہی تھیں۔ اسے گاؤں' پھوپھو کا گھر' وہاں کا ماحول سبھی بہت اچھے لگے تھے۔ اور اس کا اداس دل کچھ بہل سا گیا تھا۔ تیمور بھی چھٹی لے کر آگئے تھے۔ اور سمو کی آنکھوں میں قندیلیں سی جل اٹھی تھیں' اور وہ تیمور بھائی کے ساتھ اِدھر اُدھر کی ڈھیروں باتیں کرتیں خوب ہنس ہنس کر اور مینو کو حیرت ہوئی۔

یا اللہ! یہ سمو آپا ایک دم کتنی بدل گئی ہیں' انہیں تو تیمور بھائی ذرا اچھے نہیں لگتے تھے۔ شاید شوبی بھائی کی بے وفائی "

"کی وجہ سے۔

وہ اکثر سوچتی۔

تنویر اور تیمور دونوں نے ہی اس کی خاموشی اور اداسی کو محسوس کیا۔

"یہ... مینو کچھ بدل نہیں گئی ہے۔"

ایک روز کھانا کھاتے ہوئے تیمور نے سمینہ نے پوچھا۔

سمو نے غور سے اسے دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں بیزاری سی تھی' شاید تیمور کا اس کی طرف متوجہ ہونا انہیں اچھا نہیں لگا تھا۔

"!آپ کو نہیں پتا تیمور بھائی"

تنویر نے شرارت اسے دیکھا۔

"یہ فلسفہ پڑھتی ہیں۔"

"!اچھا"

تیمور نے حیرت کا مصنوعی اظہار کیا۔

"کیوں مینو یہ فلسفہ پڑھنے کا مشورہ کس نے دیا تھا' اور اگر فلسفہ پڑھا ہی تھا' تو فلسفی بننے کی ضرورت کیا تھی۔"

سنجیدہ سے تیمور سمو کی موجودگی میں شوخ ہو رہے تھے۔

"تم نے وہ لطیفہ سنا ہے مینو فلسفی والا۔"

"پلیز تیمور بھائی۔"

اس نے رندھی رندھی آواز میں کہا۔

"ارے برا مان گئی ہو۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔"

"نہیں۔"

اس نے نفی میں سر ہلا دیا' لیکن اس کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں' بڑی مشکل سے ضبط کیے وہ سر جھکائے کھانا کھاتی رہی۔

اب آپ کو کیا پتا تیمور بھائی! اور شاید آپ کو ساری زندگی خبر بھی نہ ہو کہ کیسا کانٹا میرے دل میں چبھا ہے' اور"

مسلسل مجھے تکلیف دیے جارہا ہے' کاش! اے کاش! میں اسے کانٹے کو باہر نکال پھینکنے کی

اس نے کنکھیوں سے انہیں دیکھا' وہ بڑی گہری نظروں سے سمو آپا کو دیکھ رہے تھے۔
ایسی نظریں، جن میں محبت تھی، وارفتگی تھی، اور بہت سی کہانیاں تھیں' جنہیں وہ آنکھوں کی زبان سے سنا رہے تھے' اور سمو آپا سن رہی تھیں۔ سرخ سرخ چہرے اور مسکراتی آنکھوں کے ساتھ۔ وہ ہاتھ پونچھ کر کھڑی ہو گئی۔
"ارے بیٹی تم نے تو کچھ نہیں کھایا۔"
"بس پھوپھو جان طبیعت نہیں چاہ رہی۔ دن کو شاید زیادہ کھالیا تھا۔"
"مجھے نیند آرہی ہے۔ میں چلی جاؤں پھوپھو جان۔"
"ضرور ضرور بیٹے اپنا ہی گھر ہے۔"
پھوپھو نے محبت سے کہا۔
"سوری۔"
اس نے سب سے معذرت کی اور باہر نکل گئی۔
"سچی مینو تو بہت سنجیدہ ہو گئی ہے۔ ہے نا۔"
اس کے جانے کے بعد تنویر نے تبصرہ کیا۔
ہاں، دراصل مینو بہت حساس ہے۔" کاشف نے کہا۔"
"وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو محسوس کرتی ہے۔"

کیا یہاں کوئی بات ہوئی؟" تنویر نے پوچھا۔"
"نہیں۔ بس پتا نہیں کیا سوچتی رہتی ہے۔"
کاشف خود اس کے اتنے چپ چپ رہنے پر حیران تھا۔ اسے تو اتنا شوق تھا' یہاں آئے گی' لیکن یہاں آکر وہ کچھ بجھ

سی گئی تھی۔ ضرور ابا نے کچھ کہا ہو گا۔

کاشف کو یقین تھا' لیکن اس نے اپنے اس یقین کا اظہار نہیں کیا' اور تیمور کی طرف متوجہ ہو گیا' جو سمو آپا کو کوئی بہت سی دلچسپ قصہ سنا رہے تھے۔

"اے تینی! ذرا دیکھ تو آمینو سو گئی ہے کیا؟ میرا دل ہول رہا ہے۔ کہیں بچی کی طبیعت ہی نہ خراب ہو گئی ہو۔"

کھانا کھانے کے بعد پھوپھو نے کہا' تو تنویر اٹھ کر چلا گیا۔ وہ سچ مچ سو گئی تھی' اور اسے تو پتا ہی نہ چلا کہ کب سمو آپا کھانا وغیرہ کھا کر کمرے میں آئی تھیں۔ اس کی آواز تو کسی کھٹکے سے کھلی تھی۔ شاید سمو آپا کا ہاتھ لگنے سے میز پر پڑا گلاس نیچے گرا تھا۔

"ٹوٹ گیا ہے شاید۔"

یہ تیمور کی آواز تھی۔

"نہیں، بس کچھ ایسے زوایے سے گرا ہے کہ ٹوٹا نہیں۔"

ہاں کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ کوئی چیز بلندی سے گر کر بھی نہیں ٹوٹتی' اور کبھی ذرا سی ٹھیس لگنے سے ہی ٹوٹ" "جاتی ہے۔

تیمور ہولے سے ہنسے۔

"ہاں، جیسے اس کا دل ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ گیا ہے' اور آپا کا دل اتنی بلندی سے گر کر بھی نہیں ٹوٹا۔"

اس نے آنکھیں موندے موندے سوچا۔

"میرا دل بہت نازک ہے سمو! ذرا سی ٹھیس لگنے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے۔"

تیمور بہت جذباتی ہو رہے تھے۔

"اسے سنبھال کر رکھنا۔"

آپا نے جانے کیا کہا تھا' اس نے سنا نہیں۔ شاید لمحہ بھر کے لیے اس کا دھیان کہیں اور چلا گیا تھا۔

شکریہ سمو! میں اس خوش نصیب لمحے کا انتظار بے چینی سے کروں گا۔ جب تم ہمیشہ کے لیے یہاں آجاؤ گی۔" اس کا"

دل ڈوبنے لگا۔

"یا اللہ! یا اللہ!"

اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔

"میں نے یہ سب نہیں چاہا تھا کبھی نہیں، لیکن ایسا ہو گیا۔ میری خواہش اور تمنا کے بغیر یہ شخص، یہ اس قدر خوبصورت اور وجیہہ شخص خود بخود میری تمنا بن گیا۔ جو میرے لیے نہیں تھا تو... تو ربا! میرے درد محبت میں کمی کر دے۔"

اس نے بڑے درد سے دعا مانگی۔

"مولا! مجھ سے یہ درد واپس لے لے۔ یہ کانٹا جو میرے دل میں چبھ کر رہ گیا ہے۔ اسے نکال دے کہ وہ میری بہن کا نصیب ہے۔ اس کا مقدر ہے' اور مجھے وہ دونوں ہی بہت عزیز ہیں۔ خدایا! میرے دل کی اس خیانت کو معاف کر' اور مجھے سکون دے۔ میری آپا کو بہت بہت خوشی اور مسرتیں دے کہ وہ پہلے ہی فریب خوردہ ہیں۔ ایک بار تو انہوں نے اپنے دل کو ٹوٹنے سے بچا لیا ہے۔ لیکن دوسری بار شاید ایسا نہ ہو سکے۔

ربا! میرے ٹوٹے دل کو جوڑ نہ جوڑ' لیکن مجھے خائن نہ بنا۔ اس کی محبت تو درکنار، اس کا تصور بھی اب میرے لیے گناہ ہے کہ وہ میرے آپا کی محبت ہے۔ آقا! میرے دل کو پتھر کر دے۔"

وہ دعائیں مانگتی رہی اور تیمور ہولے ہولے سرگوشیاں کرتے رہے۔

وعدے... اقرار... قسمیں اور مستقبل کے سنہرے خواب۔

"یا اللہ! یا اللہ! ان کی خوشیوں کو برباد نہ کرنا۔ ان کے وعدوں کو نبھانا' اور ان کے خوابوں کی تعبیر انہیں دینا۔"

وہ آنکھیں موندے بے آواز دعائیں کرتی رہی' اور آنسو بہت ہولے ہولے بہت نرمی سے اس کی آنکھوں کے کونوں سے نکل کر رخسار پر سے ہوتے ہوئے تکیے میں جذب ہوتے رہے۔

ہولے ہولے اس کے ٹوٹے دل کو قرار آ ہی گیا تھا۔ اب تیمور کو دیکھ کر نہ تو اس کا دل دھڑکتا تھا' اور نہ ہی درد کی ٹیسیں اٹھتی تھیں' لیکن پندرہ سولہ سال کی عمر کی اس پہلی محبت نے اس کے دل کو عجب گداز بخش دیا تھا۔ وہ بے حد سنجیدہ' بہت خاموش اور سوبر سی ہو گئی تھی۔ اس کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں میں بس جانے والے سوز نے انہیں

اور بھی خوبصورت بنا دیا تھا۔ اور اب اس کی گندم گوں سنہری رنگت میں عجب ملاحت تھی۔ لمحہ بھر کے لیے تو نگاہیں اس کے چہرے پر ٹک سی جاتی تھیں۔

ارے یہ مینو بھی اتنی خوبصورت نکل آئی ہے۔" زینت آرا حیران ہو کر سوچتیں۔"

سوکھی سڑی مریل سی مینو اب اتنی دلکش، اتنی پیاری ہو گئی تھی' کہ ایک بار چاند اپنے گروپ کے ساتھ ان کے شہر میں آیا تو اس کے گرد چکور کی طرح گھومتا رہا' اور اماں یہ سوچ سوچ کر خوش ہوتی رہیں کہ چلو سمو عظمت بھابی کی بہو نہ بن سکی تو نہ سہی' مینو کے لیے ضرور کوشش کریں گی کہ کرامت بھابی کی بہو بن جائے۔ چاند اچھا لڑکا ہے' بس ذرا اپنے بے تحاشا لمبے بالوں کو کٹوا لے تو اچھی خاصی شکل نکل آئے۔

زینت آرا پھر خواب دیکھنے لگی تھیں۔ لیکن ان کے خوابوں سے بے خبر مینو اپنے آپ میں مگن تھی۔ کبھی کبھی کسی بھولے بسرے خیال کی طرح اپنی حماقت کا خیال آتا' لمحہ بھر کے لیے دل میں جیسے کوئی کانٹا سا چبھو دیتا' لیکن دوسرے ہی لمحے وہ پورے خلوص سے دعا مانگنے لگتی۔

مولا! میری آپا کو سکھی رکھنا۔ اور میرے دل سے احساس کا یہ آخری کانٹا بھی نکال دینا' جو کبھی کبھی چبھنے لگتا ہے۔""

وہ تو ان کے سکھ اور ان کی اچھی زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی اور سمو آپا؟

انہیں تو ہمیشہ سے حیران کر دینے کی عادت تھی۔ وہ تو بچپن سے یہ یوں اچانک دھماکے کیا کرتی تھیں۔ اس بات سے بالکل بے خبر ہو کر کہ کسی کے دل پر کیا گزرتی ہے۔ اور اب کے تو انہوں نے جو دھماکہ کیا تھا۔ اس نے پورے گھر پر سکتہ طاری کر دیا تھا۔

اور سمو کو تو یوں لگا تھا جیسے کسی نے اس کے وجود کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہواؤں میں بکھیر دیا ہو۔

گھر میں ان کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ پھوپھو جان دو چار روز میں تاریخ طے کرنے آ رہی تھیں۔ اور ایسے میں سمو آپا کا یہ کہنا کہ وہ تیمور سے شادی نہیں کریں گی' ایک دھماکے سے تو کم نہ تھا۔

اے لڑکی! تیرا دماغ تو نہیں چل گیا۔"

زینت آرا جب اس صدمے سے سنبھلیں تو انہوں نے سمینہ کو جھنجھوڑ ڈالا۔

"نہیں اماں۔" انہوں نے بڑے رسان سے کہا۔ "میں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔"

"تو کیا ساری زندگی میری دہلیز پر ہی بیٹھی رہے گی۔" وہ جھلا گئیں۔ "کبھی اپنی عمر کا حساب لگایا کتنے برس گزر گئے۔"

"اماں بس میں نے کہہ دیا نا کہ مجھے تیمور پسند نہیں ہیں۔"

"لیکن پہلے تو پسند تھے۔"

"تب میرے سامنے کوئی متبادل راستہ نہ تھا۔"

اور اب؟" اماں بحث پر اتر آئی تھیں۔"

"اب۔"

اس نے دیکھا سمو آپا کی آنکھیں ہیروں کی طرح دمکنے لگی تھیں۔

وہ میری سہیلی ہے نازر تاج، اس کا بھائی ہے نادر۔ وہ امریکہ میں ہوتا ہے وہ... وہ زر تاج مجھے اپنے بھائی کے لیے"

"مانگنا چاہتی ہے۔

اماں ان کی جرأت پر ششدر رہ گئیں۔

"اور پہلے کہاں تھی یہ زر تاج؟"

"... اوہ اماں! نادر تو امریکہ میں تھا۔ ابھی دو ماہ پہلے ہی تو وہ آیا ہے۔ پلیز اماں"

سید جعفر علی شاہ نے سنا تو وہ زرد پڑ گئے۔

"نہیں، نہیں زینت آرام اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ سمو سے کہہ دو اور میں نے اسی لیے کہا تھا کہ پہلے سمو سے پوچھ لو۔"

مگر سمو!" زینت آرا نے کچھ کہنا چاہا۔"

"کچھ نہیں زینت آرا، اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

ان کا لہجہ قطعی اور فیصلہ کن تھا۔

"سمو کی شادی تیمور سے ہی ہو گی۔"

کاشف جھلایا ہوا تھا۔

"آپا کا تو دماغ خراب ہے۔ شوبی بھائی کی طرح گرین کارڈ پر ریجھ گئی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے اس نادر کے بچے کو بندروں جیسی تو اس کی شکل ہے۔"

اور... وہ اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ آپا اتنی خود غرض' اتنی لالچی بھی ہو سکتی ہیں۔

کسی کو محبت کے خواب دکھا کر، وعدے اور قسمیں کھا کر مکر جائیں گی۔ یا اللہ' یا اللہ تیمور بھائی کے دل کو ٹوٹنے سے بچا۔ اس نے بڑی منتیں مانیں، بڑی دعائیں کیں۔ ساری ساری رات جاگ کر نفل پڑھے لیکن سب کچھ بے کار اور بے سود تھا۔

سمو نے بھوک ہڑتال کر دی تھی' اور رو رو کر برا حال کر لیا تھا' اور زینت آرا کے پاؤں پکڑ کر التجا کی تھی۔

"اماں، خدا کے لیے میرا کچھ خیال کریں۔ آپ کو اپنی عزت اپنی بیٹی سے زیادہ عزیز ہے۔ میں تیمور کے ساتھ کبھی بھی خوش نہیں رہ سکتی۔ اس کے اور میرے خیالات میں زمین و آسمان کا فرق ہے، وہ دقیانوسی اور پینڈو ذہن کا ہے۔ وہ مجھے بھی قید کر لے گا۔ میں آزاد فضاؤں میں رہنا چاہتی ہوں، اماں! مجھے گاؤں پسند نہیں ہے۔ مجھے ان کے گھر سے مویشیوں کی لسی اور مکھن کی بو آتی ہے۔ میں یہ جانتی ہوں کہ تیمور افسر ہے، پڑھا لکھا ہے' خوبصورت ہے' لیکن مجھے اس کا بیک گراؤنڈ پسند نہیں ہے۔"

اور ہمیشہ کی طرح زینت آرا اس کے آنسوؤں کے سامنے ہار گئیں' اور جعفر علی شاہ کو بھی ہارنا پڑا۔

کیونکہ جب وہ محاذ پر ڈٹ جاتی تھیں' تو انہیں پسپائی اختیار کرنی ہی پڑتی تھی۔

"میں آپا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔" وہ بہت افسردہ تھے۔

"خط لکھ دو۔" زینت آرا نے مشورہ دیا۔ "سامنے بات کرنی مشکل ہو گی۔"

آپا خوش تھی' بے حد خوش' لیکن اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا' اور آنکھیں رو رو کر سوج گئی تھیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آپا نے ایسا کیوں کیا؟ کیا وہ تیمور بھائی کو بے وقوف بنا رہی تھیں' اور یہ نادر ہاشمی انہیں کب، کہاں اور

کیسے ملا تھا۔ زرتاج تو اکثر آیا کرتی تھی۔ آپا بھی ان کے گھر جاتی رہتی تھیں وہ بھی دو ایک بار آپا کے ساتھ ادھر گئی تھی۔ لیکن یہ سب کب اور کیسے اور کہاں طے پایا تھا۔ اسے کچھ خبر نہ تھی۔ یہ آپا نے محبت کو بھی مذاق سمجھ رکھا ہے شاید، پہلے شوبی بھائی' پھر تیمور اور اب نادر ہاشمی۔

"آپا؟"

اپنے اندر کے دکھ اور کرب سے گھبرا کر اس نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

"یہ آپ تیمور بھائی پر ظلم نہیں کر رہی ہیں۔"

"کیسا ظلم؟ مجھے اگر ان سے بہتر کوئی شخص مل رہا ہے' تو میں یہ چانس کیوں مس کروں۔"

"پھوپھو کو اور تیمور بھائی کا بدلہ لے رہی ہیں۔"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں مینو! تو اپنے ذہن پر بوجھ مت ڈال۔ بس میں یہ سمجھتی ہوں کہ میں تیمور کی نسبت نادر کے ساتھ زیادہ خوش رہوں گی۔"

"اور اگر نادر ہاشمی آپ کو تیمور بھائی سے شادی کے بعد ملتا تو۔"

اس کے لہجے میں تلخی سی آگئی۔

"تب کی تب دیکھی جاتی مینو چاند، اب تو وہ مجھے مل گیا ہے نا' اور میں اسے کھونا نہیں چاہتی۔"

اور پھر زرتاج کے گھر والے آئے اور انہیں انگوٹھی پہنا گئے' اور وہاں پھوپھو جان تیمور بھائی کی شادی کر رہی ہوں گی' اور تیمور بھائی کس قدر خوش ہوں گے' لیکن جب۔ جب انہیں ابا کا خط ملے گا تو؟

اور اس سے آگے وہ کچھ نہ سوچ پاتی' اور آنسو اس کے اندر گرنے لگتے قطرہ قطرہ کر کے۔

اور اس شام اس نے بے حد اداسی سے ابا سے پوچھا۔

"ابا! پھوپھو کو آپ کا خط مل تو گیا ہو گا نا۔"

"خط!" جعفر علی چونکے۔ "ابھی تو میں نے خط لکھا ہی نہیں بیٹا۔ میری ہمت ہی نہیں ہو رہی' کیا لکھوں۔"

سب صاف صاف لکھ دیں ابا۔ اب یہ تو اور بھی بری بات ہے نا' پھوپھو یہاں آجائیں اور انہیں پتا چلے کہ سمو آپا کی "
"منگنی آپ نے کہیں اور کر دی ہے؟
"ہاں بیٹا! آج لکھ دوں گا یہ سمو نے تو آپا کے سامنے ہمیشہ کے لیے میرا سر جھکا دیا ہے۔"
لیکن ان کے خط لکھنے سے پہلے ہی پھوپھو تنویر کے ساتھ آ گئیں' ڈھیروں مٹھائی کے ساتھ۔
"یہ... یہ سب کیا ہے آپا؟"
"مگر اس سب کیا کیا ضرورت تھی۔"
"واہ کیوں ضرورت نہیں تھی تیمور کی شادی کی تاریخ لینے آئی ہوں، تو کیا خالی ہاتھ چلی آتی۔"
آپا۔" سید جعفر علی شاہ نے بے بسی سے انہیں دیکھا۔ اور ہونٹ کاٹنے لگے، اماں نے نگاہیں چرا لیں۔"
"آپا! دراصل۔"
پلیز ابا! ابھی نہیں۔ ابھی تو پھوپھو اتنا لمبا سفر کر کے پہنچی ہے' اور ابھی تو سفر کی تکان بھی نہیں اتری اور آپ۔" "
اس نے ملتجی نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔
اور انہوں نے کچھ کہتے کہتے بات بدل دی۔ شاید اس کی اور ابا کی فریکوئینسی یکساں تھی۔

"ہاں، تم لوگ کھانا وغیرہ کھاؤ، نہا دھو کے آرام کرو۔ پھر باتیں ہوں گی۔"
اور پھر شام کو جب سمو آپا کے سوا سب ہی بڑے کمرے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ سید جعفر علی شاہ نے سب کچھ صاف صاف طیبہ بیگم کو بتا دیا۔
نہیں بھائی! کیسی بات کر رہے ہو۔" انہیں یقین نہیں آرہا تھا۔"
"میں شرمندہ ہوں آپا بہت' لیکن سمو، وہ کسی صورت میں رضامند نہیں ہو رہی۔"
زہر کھانے کی دھمکی دیتی ہے' اور آپ جانتی ہیں کتنی ضدی ہے۔" زینت آرام نے بات آگے بڑھائی۔"
"نہ، نہ خدا نہ کرے کہ اسے کچھ ہو۔ جہاں رہے سکھی رہے، خوش رہے۔"

پھوپھو کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ پھوپھو کے چہرے کی طرف دیکھ سکے۔

"آپا! میں تو پہلے ہی خلاف تھا' مجھے پتا تھا کہ سمو کا مزاج اور طرح کا ہے۔ میری خواہش تھی کہ مینو کو آپ بہو بنا لیتیں'"
"لیکن آپ نے سمو کی خواہش کی تھی۔"

اس نے تڑپ کر جعفر علی شاہ کی طرف دیکھا۔

"نہیں ابا پلیز نہیں، میرا نام مت لیجئے میں نے پہلے ہی بڑے دکھ سہے ہیں۔ بڑا کرب جھیلا ہے' اور اب کہیں جا کر"
"میرے دل کو قرار آیا تھا۔

اور اب تو میں نے مینو کے لیے کرامت بھائی سے ہاں کر دی ہے۔" زینت آرا نے جتایا۔"

"چاند بہت پیارا بچہ ہے۔"

جعفر علی نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا' لیکن کچھ کہا نہیں۔ پھوپھو نے کوئی تبصرہ نہ کیا' وہ بس خالی خالی نظروں سے زمین کو تک رہی تھیں۔ اس کا دل پھوپھو کے لیے کٹ رہا تھا۔ وہ زیادہ دیر وہاں نہ بیٹھ سکی اور اٹھ آئی۔ آپا کمرے میں ہی تھیں' اور شاید نادر سے باتیں کر رہی تھیں۔ وہ اپنے کمرے کی طرف جانے کے بجائے کاشف کے کمرے میں چلی آئی۔ تھوڑی دیر بعد کاشف اور تنویر بھی آ گئے۔ دونوں بہت افسردہ ہو رہے تھے۔

"یہ سمو آپا نے ایسا کیوں کیا مینو؟"

تنویر نے افسردگی سے پوچھا۔

"تیمور بھائی کو تو یقین ہی نہیں آئے گا۔ آپ کو شاید نہیں علم، تیمور بھائی سمو آپا کو کس قدر چاہنے لگے تھے۔ مجھے تو ڈر"
"ہے وہ یہ دکھ برداشت نہ کر سکیں گے۔ انہیں کچھ ہو نہ جائے مینو۔

نہیں خدا نہ کرے تینی! تم انہیں تسلی دینا، دلاسا دینا' ان کا حوصلہ بڑھانا۔ دنیا میں سمو آپا سے کہیں زیادہ خوبصورت"
"لڑکیاں ہیں۔

"میں جتنا تیمور بھائی کو جانتا ہوں مینو! آپ نہیں جانتیں، وہ آپ... آپ کیوں نہیں سمجھاتی سمو آپا کو۔"
ہم سب نے انہیں بہت سمجھایا ہے' لیکن ہم انہیں مجبور نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی مرضی کی مالک ہیں تینی! اور انہوں"
نے بچپن سے لے اب تک ہمیشہ وہی کیا ہے' جو انہوں نے چاہا، بس تم تیمور بھائی کو سمجھانا' اور ان کی کسی بہت اچھی
"لڑکی سے شادی کر دینا۔
یہ نادر ہاشمی کیا تیمور بھائی سے زیادہ اچھے ہیں؟" تنویر نے مایو سی سے پوچھا۔"
"خاک اچھے ہیں تینی، یہ جو ہماری سمو آپا ہیں نا۔"
کاشف نے جل کر کہا۔ "انہوں نے ہمیشہ گھاٹے کے سودے کیے ہیں' اور پھر نقصان کو کبھی محسوس ہی نہیں کیا'
"بلکہ اسے نفع ہی جانتی ہیں۔
اس نے زور سے مٹھیاں بھینچیں۔
"دل چاہتا ہے اس نادر ہاشمی کے بچے کا گلا گھونٹ دوں جا کر۔"
کیا فائدہ؟" اس نے دکھ سے سوچا۔"
سمو آپا کسی اور نادر ہاشمی کو ڈھونڈ لیں گی۔" اسے آپا پر سخت غصہ تھا' اور وہ دل ہی دل میں ان کی اس خود غرضی پر"
ان سے سخت خفا تھی۔
میں آپا سے بات کروں؟" تنویر نے پوچھا۔"

اس نے سر اٹھا کر تنویر کی طرف دیکھا۔
"اگرچہ کوئی فائدہ نہیں۔"
وہ دونوں آپا کی طرف چلے گئے۔ اور وہ وہیں کاشف کے کمرے میں ہی گھٹنوں پر سر رکھ کر رونے لگی' اور پھر طیبہ
بیگم واپس جانے کے لیے تیار ہو گئیں۔ سید جعفر علی شاہ نے بہت روکا۔
آپا رک جائیں۔ اب سمو کی شادی میں شریک ہو کر ہی جائیے گا، وہ لوگ جلدی کر رہے ہیں۔ لڑکے کو واپس امریکہ"

"جانا ہے۔

"نہیں، ابھی نہیں بھائی، پھر آجاؤں گی۔"

پھو پھو رو رہی تھیں۔

آتے ہوئے وہ کتنی خوش تھیں، کتنی مسرور تھیں۔

"نہیں نہیں، پھو پھو پلیز روئیے نہیں، اس طرح مت روئیے۔"

دروازے سے لگے لگے اس نے سوچا۔

اس کا دل کٹنے لگا۔ پتا نہیں کیوں اسے یوں لگا' جیسے پھو پھو اب جا رہی ہیں' تو پھر کبھی نہیں آئیں گی کبھی نہیں۔ اور وہ ایک تعلق ایک ناتا سا جو تھا' وہ ٹوٹ جائے گا۔

وہ دوڑ کر پھو پھو سے لپٹ گئی۔

"پھو پھو! آپ اس طرح مت جائیے ناراض ہو کر خفا ہو کر۔ ہم سب کو آپ سے محبت ہے۔ مجھے کاشف کو اور ابا کو، پلیز"

"پھو پھو۔ آپ یقین کریں۔

"نہیں، نہیں میں خفا نہیں ہوں۔"

اور پھو پھو کے سینے سے لگے لگے اس محسوس ہوا کہ واقعی پھو پھو کے دل میں کوئی میل نہیں ہے' کوئی ناراضگی نہیں ہے۔ بس یہ تو غم ہے' دکھ ہے، کاش! اے کاش پھو پھو نے سمو آپا کو نہ چاہا ہوتا۔

پھو پھو نے اس کی پیشانی چومی، اس کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگایا۔

"خدا تمہیں سکھی رکھے۔"

آپا!" جعفر علی شاہ بے بسی سے بہن کو دیکھ رہے تھے۔"

میں سچ مچ بہت شرمندہ ہوں' اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیسے اس کا اظہار کروں؟ یقین کریں یہ میری" "دلی خواہش تھی کہ تیمور کو میں اپنا بیٹا بناتا۔

تقدیر کی بات ہے جعفر علی شاہ، تمہارا کیا قصور ہے۔" وہ اداسی سے بولیں۔"

اب ابا ہزار معذرتیں بھی کریں تو کیا فائدہ۔ پھوپھو کے دل پر جو زخم لگا ہے' وہ اتنی جلدی مندمل تو نہیں ہو گا؟"

اس نے آنسو بھری آنکھوں سے انہیں دیکھا۔

"تیمور کے لیے کوئی لڑکیوں کی کمی تو نہیں۔ ماشاء اللہ افسر ہیں، خوبصورت ہیں، خاندانی ہیں۔"

زینت آرا نے ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کی کوشش کی۔

"ہاں بھابی! تیمور کو ایک سے ایک لڑکی مل جائے گی، پر وہ میرے بھائی کی بیٹی تو نہ ہو گی۔"

پھوپھو کی آنکھوں میں پھر آنسو بھر آئے اور وہ جلدی سے مڑ گئیں۔

"مینو' تم تیمور بھائی کے لیے دعا کرنا۔"

تنویر نے جاتے جاتے التجا کی۔

"!وہ بہت حساس ہیں مینو"

میں دعا کروں گی تینی! میرا روں روں ان کے لیے دعا کرے گا۔ یہ دکھ تو ہم نے ہی انہیں دیا ہے کہ آپا بھی تو ہم میں" "سے ہی ہیں نا۔

اور وہ دعائیں کرتی رہی' لیکن پہلے کب اس کی دعائیں قبول ہوئی تھیں' جو اب ہو جاتیں۔ تیمور سچ مچ اس دکھ کو نہیں سہار سکے تھے۔ انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ سمو جس نے ان کے ساتھ زندگی گزارنے کی

قسمیں کھائی تھیں۔ اس طرح اچانک بدل جائے گی۔ ان کی حالت پاگلوں جیسی ہو رہی تھی، جب ایک شام اچانک انہوں نے دروازے پر دستک دی تھی۔ دروازہ اسی نے کھولا تھا۔

تیمور بھائی آپ؟" وہ انہیں دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ وہ کس قدر کمزور اور بیمار لگ رہے تھے۔"

ہاں، میں۔" انہوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔"

"کیا اندر نہیں آنے دوں گی؟"

آئیے آئیے تیمور بھائی۔" وہ ایک طرف ہٹ گئی۔"

"آپ اچانک کیسے آ گئے؟"

"کیوں کیا میں یہاں نہیں آسکتا مینو' کیا یہ میرے ماموں کا گھر نہیں ہے؟"

"!اوہ سوری تیمور بھائی"

وہ انہیں لے کر اندر آ گئی۔

"آپ نہا دھو لیں بوا کو چائے کا کہتی ہوں۔"

"نہیں میں نہاؤں گا نہیں۔ہاں چائے پلوا دو' اور ماموں جان کہاں ہیں؟ باقی لوگ بھی نظر نہیں آ رہے۔"

اس نے غور سے انہیں دیکھا۔ وہ پر سکون نظر آنے کی کوشش کر رہے تھے' لیکن پر سکون نہیں تھے۔

"اماں اور ابا کراچی گئے ہیں،واپسی پر آپ کے گھر بھی جائیں گے وہ... وہ دراصل۔"

اس نے نگاہیں جھکا لیں۔

"سمو آپا کی شادی کی تاریخ طے پا گئی ہے نا' تو بلاوا دینے گئے ہیں۔ آپ کو تو پتا ہے وہ اماں کے رشتہ دار خط اور کارڈ بھیج دینے سے کہاں شریک ہوتے ہیں۔"

وہ جان بوجھ کر بولے چلی گئی' تاکہ تیمور کا دھیان ہٹ سکے۔

"اور وہ کاشی میچ دیکھنے گیا ہے،شام تک آجائے گا۔"

"سمو کہاں ہے مینو؟ میں اس سے ایک بار ملنے آیا ہوں۔ اور اپنے کانوں سے سننا چاہتا ہوں کہ اس نے مجھے ٹھکرا دیا ہے۔"

"وہ گھر پر ہی ہیں،میں انہیں بتاتی ہوں آپ کے آنے کا۔"

"مینو تم! تمہیں کچھ پتا ہے' خبر ہے کہ سمو نے یہ اتنا بڑا ظلم کیوں کیا مجھ پر؟"

"تیمور بھائی۔"

اس سے کچھ نہ کہا گیا' وہ چپ چاپ زمین کی طرف دیکھنے لگی۔

مینو!" انہوں نے مضطرب ہو کر پہلو بدلا۔"

اگر اسے یوں ہی راستہ بدل لینا تھا' تو پھر مجھے منزل کے خواب کیوں دکھائے تھے؟ کیوں مجھ سے عمر بھر ساتھ "

"نبھانے کے وعدے کیے تھے؟

"تیمور بھائی! پلیز، آپ حوصلہ کریں۔"

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کس طرح انہیں تسلی دے۔

"آپ بیٹھیں تیمور بھائی میں آپا کو آپ کے آنے کا بتاتی ہوں۔"

وہ بوا کو چائے کا کہہ کر سمو کی طرف چلی گئی وہ تیار ہو رہی تھیں۔

"آپا وہ تیمور آئے ہیں۔"

پھر؟" مسکارا لگاتے ہوئے انہوں نے مڑ کر دیکھا۔"

"آپ ملیں گی نہیں ان سے؟ وہ دراصل آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

مگر اس وقت تو میں نادر کے ساتھ باہر جا رہی ہوں۔ وہ میری پسند سے زیور خریدنا چاہتا ہے۔ واپس آ کر مل لوں گی۔"

"ظاہر ہے' اب وہ آیا ہے تو کچھ دن رہے گا ہی نا۔

وہ بے نیازی سے بات کر کے آئینے میں دیکھنے لگیں۔

"پلیز آپا! وہ۔"

"مینو! تنگ نہ کرو جاؤ تم بیٹھو اپنے تیمور بھائی کے پاس۔ مجھے پہلے ہی بہت دیر ہو رہی ہے۔ نادر انتظار کر رہا ہو گا۔"

اور وہ چپ چاپ واپس آ کر بیٹھ گئی۔ تیمور ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھے تھے۔

"تیمور بھائی، چائے لے لیں۔"

اس نے بوا سے ٹرالی لے کر اپنے قریب کر لی۔

تیمور نے آنکھیں کھول کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔
اس نے نگاہیں جھکا لیں۔
لیجئے نا تیمور بھائی چائے لیں۔"
اس نے نمکو اور بسکٹ آگے بڑھائے۔
"نہیں مینو، بس صرف ایک کپ چائے۔"
"سمو کہاں ہے؟"
چائے لیتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔
وہ اس وقت باہر جا رہی ہیں۔ دراصل وہ کچھ زیورات خریدنے تھے۔ انہوں نے میرا مطلب ہے ان کے سسرال"
"والوں نے۔ وہ واپس آ کر آپ سے ملیں گی۔
"تم نے بتایا نہیں تھا میرا۔"
"بتایا تھا۔"
آنسوؤں نے اس کے حلق کو نمکین کر دیا۔ تیمور کی حالت پر اس کا دل کٹ رہا تھا، پگھل رہا تھا۔
وہ پھر بھی نہیں رکی مینو؟" تیمور نے انتہائی مایوسی سے پوچھا۔"
"وہ... انہیں دیر ہو رہی تھی نا تیمور بھائی اس لیے۔ آپ کی چائے میں چینی ٹھیک ہے نا؟"
تیمور نے سر ہلا دیا۔ ان کی آنکھیں سلگ رہی تھیں۔
تیمور بھائی یہ آپ نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے۔ مرد اس طرح تو نہیں ہوتے۔ وہ تو بڑے بڑے غم بہادری سے بہہ"
لیتے ہیں' اور پھر یہ تو کوئی ایسی بڑی بات نہیں۔ آپ کو سمو آپا سے کہیں زیادہ اچھی لڑکی مل جائے گی۔" اس نے
انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔
تو نہیں جانتی، تو نہیں سمجھ سکتی مینو۔" انہوں نے بڑے کرب سے کہا۔"
یہ کتنی بڑی بات ہے، کتنا بڑا صدمہ ہے' ایک دل کا بس کر اجڑ جانا' ایک تصویر کا بن کر مٹ جانا۔ نہیں مینو تو نہیں"

"سمجھ سکتی،دل کیسے ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔روح میں کیسے شگاف پڑ جاتے ہیں۔
میں جانتی ہوں تیمور بھائی،مجھے پتا ہے کہ وجود میں کیسے دراڑیں پڑ جاتی ہیں،دل کیسے پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔کیسی ٹیسیں "
"رہ رہ کر اٹھتی ہیں۔
اس نے بڑے درد سے کہا۔
تو مینو! تو۔" انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔"
"تو کیسے جانتی ہے یہ سب؟تجھے ریزہ ریزہ دل کے درد کا کیسے پتا؟"

اب وہ بھی انہیں کی بتاتی کہ اس نے بھی دل ریزہ ریزہ ہونے کا عذاب سہا ہے'اور وہ بھی کرب کے ان منزلوں سے گزری ہے۔
مجھے تیمور بھائی دوسروں کے دکھ کا ایسے ہی احساس ہوتا ہے' جیسے وہ اپنا دکھ ہو' اور میں آپ کے کرب کو ایسے ہی" محسوس کر رہی ہوں'جیسے میرا دل ریزہ ریزہ ہوا ہو' اور میری روح پارہ پارہ ہوئی ہو۔پھر بھی تیمور بھائی میں آپ سے کہوں گی اپنے آپ کو سنبھالیے' مجھے یقین ہے ہولے ہولے آپ کے بے قرار دل کو قرار آجائے گا۔آپ کی
"مضطرب روح پر سکون ہو جائے گی۔اپنے لیے نہ سہی تیمور بھائی' پھوپھو جان کے لیے پلیز۔
"مینو! یہ تو اتنی بڑی کب سے ہو گئی ہے کہ نصیحتیں کرنے لگی ہے۔"
وہ ہولے سے ہنسے۔
"آپ بتائیں تیمور بھائی میں آپ کے لیے کیا کروں' میں اس دکھ کا کفارہ کیسے ادا کروں' جو آپا نے آپ کو دیا ہے؟"
اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
"تو رو رہی ہے مینو! مت رو۔دیکھ میری طرف میں تو نہیں رو رہا۔"
اس کے آنسو اور تیزی سے بہنے لگے۔
"میں آپ کا دکھ بانٹنا چاہتی ہوں' لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔"

مینو۔" تیمور اٹھ کر اس کے قریب چلے آئے۔"

"تم میرے لیے کچھ بھی نہ کرو مینو! بس صرف دعا کرتی رہو کہ خدا مجھے حوصلہ دے' اور میرے دل کو پتھر کر دے۔"

انہوں نے اس کے آنسو پونچھے اور اس کے سر کو ہولے سے تھپتھپایا۔

"چلو شاباش اٹھو۔ اب منہ دھو کر آؤ اور میرے لیے ایک کپ اور چائے بنا دو۔"

وہ سعادت مندی سے اٹھ کر چلی گئی۔ اور جب منہ ہاتھ دھو کر واپس آئی تو کاشف ہاکی گھماتا آرہا تھا۔

"اوہ شکر ہے' تم آگئے ہو۔"

وہ اسے تیمور کے پاس چھوڑ کر خود کچن میں چلی گئی۔ بہت دیر تک سمو کا انتظار کرنے کے بعد وہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔

شاید زرتاج باجی نے آپا کو کھانے پر روک لیا ہو۔" اس نے یونہی اپنے آپ سے کہا۔ اور کبابوں کی ڈش تیمور کی" طرف بڑھائی۔

"لیجئے نا تیمور بھائی۔"

وہ تینوں خاموشی سے سر جھکائے یوں کھانا کھا رہے تھے' جیسے تینوں میں سے کسی کو بھوک نہ ہو' اور وہ محض رسم ہی پوری کر رہے ہوں۔

"آپا کو اتنی دیر نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

کاشف نے کچھ دیر بعد کہا۔ تب ہی باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی۔

"اوہ! شاید آپا آگئی ہیں۔"

اس نے تیمور بھائی کی طرف دیکھا جن کا رنگ یکدم بدل گیا تھا۔

"خدا حافظ نادر! اندر نہیں چلو گے۔"

سمو کی چہکتی ہوئی آواز آئی۔

"!اوہ نہیں ڈیئر"

"اچھا بائے۔"

اور پھر ہلکی ہلکی سرگوشیاں۔

اور ایک ملا جلا قہقہہ اور پھر ایڑی کی کھٹ کھٹ ڈائننگ روم کے باہر آ کر رکی۔ سمو نے پردہ ہٹا کر اندر جھانکا۔

خوشی ان کی آنکھوں سے اور ان کے چہرے سے پھوٹ رہی تھی۔

"اوہ سوری تم لوگوں کو کھانے پر میرا انتظار کرنا پڑا۔"

بس ابھی کھانا شروع کیا تھا۔ آپ آجائیں۔" امینہ نے کہا۔"

"میں تو نادر کے ساتھ باہر ہی کھانا کھا آئی ہوں۔ تم لوگ کھاؤ۔"

انہوں نے ایک اچٹتی سی نظر تیمور پر ڈالی۔

"ہیلو تیمور کیسے ہیں آپ؟"

تیمور جواب تک اسے دیکھے جا رہے تھے' یکدم چونکے۔

"سمو! تم۔"

ان کی آنکھوں میں ہزاروں شکوے مچل رہے تھے۔

"مجھے تم سے بہت کچھ کہنا ہے، پوچھنا ہے۔"

وہ کھڑے ہو گئے تھے۔

میں اس وقت بہت تھکی ہوئی ہوں تیمور، صبح بات کر لینا۔ سمو نے بڑی ادا سے کہا' اور ٹھک ٹھک کرتی باہر چلی" گئیں۔

تیمور نے ایک نظر مڑ کر ان دونوں کو دیکھا' اور سمو کے پیچھے ہی باہر نکل گئے۔

پھر نہ جانے تیمور نے سمو سے کیا کہا اور سمو نے کیا جواب دیا' لیکن جب تیمور واپس آئے تو ان کی آنکھیں دھواں

دھواں ہو رہی تھیں۔ اور رنگ خطرناک حد تک زرد ہو رہا تھا۔ وہ لمحہ بھر کو ڈرائنگ روم کے دروازے پر رکے، کاشف اور مینو کو دیکھا۔

"خدا حافظ۔"

"آپ اس وقت اتنی رات گئے کہاں جا رہے ہیں؟"

امینہ تڑپ کر کھڑی ہو گئی۔

کہیں بھی۔" وہ مڑے۔"

نہیں، میں اس وقت آپ کو کہیں نہیں جانے دوں گی۔" وہ ان کے راستے میں کھڑی ہو گئی۔"

"مینو مجھے مت روکو پلیز۔"

نہیں تیمور بھائی میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ اس وقت نہیں صبح چلے جائیے گا۔ آپ کو پھوپھو کی قسم۔ تینی کی"

"قسم۔

مینو!" وہ نڈھال سے ہو کر وہیں کرسی پر گر گئے۔"

"مجھے اتنی بڑی قسموں کے جال میں مت جکڑو۔"

"مینو صحیح کہتی ہے تیمور بھائی! یہ بھی بھلا کوئی جانے کا وقت ہے۔"

کاشف بھی باہر آ گیا تھا۔

"آپ چلیں، آرام کریں۔"

کاشف انہیں بازو سے پکڑ کر اپنے کمرے میں لے گیا۔ اور پھر زبردستی انہیں نیند کی گولیاں کھلا دیں۔

"بس اب آنکھیں بند کر لیں اور سونے کی کوشش کریں۔"

وہ ان کے پاس بیٹھ کر ہولے ہولے ان کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔ اور وہ مطمئن سی ہو کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ سمو بڑی پرسکون اور مطمئن لگ رہی تھیں۔ اس نے ایک نظر انہیں دیکھا۔ اور شیلف پر سے کتاب اٹھا لی۔

"سونے کا ارادہ نہیں ہے کیا؟"

سمو نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"کچھ پڑھوں گی نیند نہیں آ رہی۔"

"تم ٹیبل لیمپ جلا لو مینو مجھے بہت نیند آ رہی ہے پلیز۔"

"!اچھا"

اس نے لائٹ آف کر دی اور سوچا۔ کسی کا دل توڑ کر، اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بھی آپا کتنی مطمئن، کتنی شانت ہیں۔ جیسے کسی دل کا ٹوٹنا' کرچی کرچی ہو جانا کوئی بات ہی نہ ہو۔

اس نے کتاب کھول لی اور پڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔ صبح ابھی سمو سو ہی رہی تھیں کہ تیمور جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

"تیمور بھائی پلیز اپنے آپ کو سنبھالیے گا۔ اور اسے ایک حادثہ سمجھ کر بھول جائیے گا۔"

اس نے جاتے جاتے نصیحت کی۔

"مینو، تم بہت اچھی ہو، میرے لیے دعا کرتی رہنا۔ میں کوشش کروں گا اپنے آپ کو سنبھالنے کی اور جب کبھی بے حوصلہ ہونے لگوں گا' تو شاید یہ خیال مجھے حوصلہ دے کہ اس چھوٹے شہر میں ایک پیاری سی لڑکی میرے لئے دعا کرتی ہے۔"

تیمور بھائی۔" اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔"

"مجھے یقین ہے آپا آپ کو دکھ دے کر خوش نہیں رہ سکیں گی، وہ ضرور پچھتائیں گی۔"

"نہیں مینو، اپنوں کو بد دعا نہیں دیتے، وہ لوگ جنہیں ہم چاہتے ہیں، جن سے ہم محبت کرتے ہیں' ان کے سکھ اور ان کی خوشیوں کی دعا کرتے ہیں۔ سمو بھی سدا خوش رہے۔"

انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کاشف سے ہاتھ ملا کر چلے گئے۔

تھکے تھکے نڈھال قدموں سے۔

اور ان کے جانے کے بعد وہ کتنی دیر تک روتی رہی۔ اور اس کے آنسو تو اس دن بھی نہیں تھمے تھے۔

جب آپا نادر ہاشمی کے ساتھ رخصت ہو رہی تھیں' سب ہی ان کے حسن کی تعریفیں کر رہے تھے۔ وہ تیمور کے متعلق سوچ رہی تھی۔ جانے ان کا کیا حال ہو گا۔ کیسے ہوں گے وہ۔ ان کے گھر سے شادی میں کوئی شریک ہونے کے لیے نہیں آیا تھا۔ بس پھوپھو بہت ساری دعاؤں کے ساتھ سمو کے لیے پانچ ہزار روپے بھیجے تھے' کہ وہ اپنی مرضی سے کچھ خرید لے گی۔ تنویر نے لکھا تھا کہ تیمور بھائی بہت بیمار ہیں۔ اس لیے وہ لوگ شادی میں شریک نہیں ہو سکتے' اور وہ تیمور کی صحت و سلامتی کی دعائیں مانگتی رہی۔ سمو رخصت ہو کر چلی گئیں' اور کچھ عرصہ بعد نادر نے انہیں بھی امریکہ بلوالیا۔

اور پھر بہت سارے دن گزر گئے۔ اس نے ایم اے کر کے ایک کالج میں جاب کر لی۔ کاشف اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر چلا گیا۔ پھوپھو کے گھر سے بھی کبھی کوئی اطلاع نہ ملی۔ کتنا دل چاہتا تھا اس کا کہ وہ ادھر جائے' پھوپھو کے پاس رہے' تنویر اور تیمور بھائی سے ملے' لیکن کتنے فاصلے پیدا ہو گئے تھے' ان کے درمیان، باہر جانے سے پہلے کاشف، تنویر سے ملنے گیا تھا' تو اس نے آ کر بتایا تھا کہ تیمور بھائی بہت عرصہ بیمار رہے۔ جاب چھوڑ دی تھی' کسی سے کچھ نہیں کہتے تھے' بس چپ چاپ اپنے کمرے میں بیٹھے رہتے تھے۔ اب کچھ سنبھلے ہیں تو ملک سے باہر چلے گئے ہیں۔ غالباً سعودی عرب' تب اس نے بڑے خلوص سے ان کے لیے دعا کی تھی' کاشف چلا گیا تو پھر کوئی رابطہ ہی نہ رہا تھا۔ پتا نہیں اب وہ کیسے تھے؟ کہاں تھے وہ اکثر سوچتی۔

سمو آپا تو بہت خوش تھیں۔ کبھی کبھی ان کا خط آجاتا تھا۔ وہ تو ایک بچی کی ماں بھی بن گئی تھیں۔ فیری کے ڈھیروں فوٹو انہوں نے بھیجے تھے۔ بہت پیاری تھی وہ بالکل سمو آپا کی طرح۔

سب کے لیے دعائیں کرتی تھی۔
لیکن خود اپنے لیے اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔
بس کبھی کبھی ایک خلش سی دل میں جاگ اٹھتی تھی۔

پہلو میں درد سا ہوتا۔

مدھم مدھم درد اور بس۔

اماں نے بہت کوشش کی تھی کہ اس کا اور چاند کا بیاہ ہو جائے۔ چاند بھی خواہش مند تھا اور اس نے کرامت ماموں کو بھی رضامند کر لیا تھا' لیکن وہ خود کو آمادہ نہ کر سکی۔ ابا اماں اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئے تھے' لیکن وہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"اماں پلیز میں نے کبھی آپ سے کچھ نہیں مانگا، کبھی کوئی ضد نہیں کی۔ پلیز میری یہ بات مان لیں، مجھے شادی کرنے کے لیے مجبور نہ کریں، میں ابھی اپنے آپ کو اس کے لیے تیار نہیں پاتی۔"

"کیا تو کہیں، کسی اور سے شادی کرنا چاہتی ہے۔"

اماں نے شک سے پوچھا۔

"نہیں اماں! ایسی کوئی بات نہیں ہے' بس میں شادی ہی نہیں کرنا چاہتی۔ جب کبھی میں نے اپنے آپ کو اس کے لیے آمادہ پایا تو آپ کو بھی بتا دوں گی۔ پھر جہاں آپ کا دل چاہے گا۔"

"کیا بڑھاپے میں تیرا دل آمادہ ہو گا مینو؟"

امی بڑبڑاتی رہی تھیں' لیکن انہوں نے اسے مجبور نہیں کیا تھا۔ اب وہ بڑے مزے سے جاب کر رہی تھی۔ اور یوں اس نے پندرہ طویل برس بتا دیے۔ اب تو اماں نے بھی اسے کچھ کہنا چھوڑ دیا تھا۔ کاشف کی شادی بھی ہو گئی تھی' اور اس کے دو پیارے پیارے بیٹے تھے۔ اور وہ بھی امریکہ میں ہی سیٹل ہو گیا تھا۔ بس کبھی کبھار برس دو برس بعد چکر لگا جاتا۔ البتہ سمو آپا کو تو امریکہ کچھ زیادہ ہی پسند آیا تھا کہ وہ پلٹ کر بھی نہ آئیں۔ شاید تیمور بھائی کی اور تینی کی بھی شادی ہو گئی ہو گی۔

شاید ان کے مضطرب دل کو قرار آ گیا ہو گا۔ اور شاید اب وہ سمو آپا کو یاد نہ کرتے ہوں۔

ان کی بیوی اچھی سی، پیاری سی اور محبت کرنے والی ہو۔

بچے ہوں خوبصورت سے شریر آنکھوں والے۔
اور ان کی محبت میں گم ہو کر تیمور بھائی سمو آپا کا دیا ہوا دکھ بھول گئے ہوں۔
لیکن اس کا خیال غلط تھا۔
تیمور نے سمو کو نہیں بھلایا تھا۔ اور نہ ہی شادی کی تھی۔ پندرہ برس بعد اچانک وہ اسے نظر آ گئے تھے۔ وہ کالج کی لڑکیوں کو تعلیمی ٹور پر ٹیکسلا لے کر گئی تھی' اور وہ وہیں اس سے ملے تھے۔
"تیمور بھائی، تیمور بھائی۔"
وہ انہیں پکارتی ہوئی یوں ان کی طرف بھاگی جیسے ایک ذمہ دار لیکچرار نہیں پندرہ برس پہلے کی سترہ سالہ مینو ہو۔
مینو تم۔" تیمور مڑ کر حیرت سے اسے دیکھنے لگے تھے۔"
آپ کیسے ہیں تیمور بھائی۔ آپ نے پھر مڑ کر اپنی خبر ہی نہ دی۔" اس نے شکوہ کیا۔"
اس کی آنکھیں نم ہوئی جا رہی تھیں۔
میں نے خبر نہیں دی تو تم نے کون سا خبر لی۔" وہ مسکرائے۔ افسردہ سی مسکراہٹ۔"
میں۔ میں کسی خبر لیتی تیمور بھائی۔ کاشی چلا گیا تو پھر رابطہ ہی ٹوٹ گیا۔ وہ تو وہیں بس گیا ہے امریکہ میں ہی۔ آپ"
"بتائیں پھوپھو کیسی ہیں؟ تینی کا کیا حال ہے؟
"سب ٹھیک ہیں مینو۔"

انہوں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔
اور وہیں عجائب گھر کی سیڑھیوں میں بیٹھ گئے۔ اس نے مڑ کر مسز پراچہ کو بتایا کہ یہ اس کے کزن ہیں' اچانک مل گئے ہیں' اور وہ کچھ دیر ان سے باتیں کرنا چاہتی ہے۔
"کوئی بات نہیں، آپ اطمینان سے باتیں کریں۔"
مسز پراچہ لڑکیوں کو لے کر آگے بڑھ گئیں' تو وہ ان کے پاس ہی آ کر بیٹھ گئی۔ تیمور بہت سوبر اور سنجیدہ سے لگے

رہے تھے' ان کی خوبصورت آنکھوں میں ایک بے نام سی اداسی کا تاثر تھا۔

"آپ یہاں کیسے تیمور بھائی؟"

"میں آج کل اسلام آباد میں ہوں۔ کچھ دوست زبردستی لے آئے وہ اندر، میں یہاں آ گیا اور تم یہاں کیسے آئی ہو؟"

"میں کالج کی لڑکیوں کے ساتھ آئی تھی' پڑھاتی ہوں۔"

"!اچھا"

انہوں نے غور سے دیکھا۔

ان پندرہ برسوں میں وہ کچھ زیادہ نہیں بدلی تھی' بس کچھ سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"ماموں جان کیسے ہیں؟"

ابا ریٹائرڈ ہو گئے ہیں' ان کا دل بہت چاہتا ہے آپ سے، پھوپھو سے ملنے کو لیکن وہ اب بھی پھوپھو سے شرمندہ ہیں۔"

"جب سے کاشی نے انہیں بتایا تھا کہ آپ بیمار پڑ گئے تھے، تب سے وہ خود کو مجرم سمجھنے لگے ہیں۔

نہیں بھلا ان کا کیا قصور، یہ تو مقدر کے کھیل ہوتے ہیں مینو! کوئی ہار جاتا ہے، کوئی جیت جاتا ہے۔ اپنی قسمت میں ہار"

"ہی سہی۔

"تیمور بھائی! آپ ابھی تک سمو آپا کو نہیں بھولے۔"

اس نے جھجکتے جھجکتے پوچھا۔ لیکن تیمور نے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ پاؤں کے قریب اُگی ہوئی گھاس کو پاؤں سے مسلتے رہے' تو اس نے ذرا دیر بعد پوچھا۔

"آپ سعودی عرب سے کب آئے تیمور بھائی؟"

تینی کی شادی پر آیا تھا' پھر اماں نے جانے ہی نہ دیا۔ اور میں نے جاب کر لی۔ حال ہی میں میرا ٹرانسفر یہاں اسلام"

"آباد ہوا ہے۔ زندگی گزارنے کا کوئی حیلہ تو ہونا چاہیے نا مینو تو بتا تیرا میاں کیسا ہے۔ کسی کا گھر بسایا ہے تو نے۔

"میں نے شادی نہیں کی تیمور بھائی۔"

اس نے گھاس کی پتیاں نوچتے ہوئے کہا۔

کیوں؟" تیمور کو حیرت ہوئی۔"

"اماں تو کہہ رہی تھیں کہ تم چاند سے۔"

"بس دل ہی آمادہ نہیں ہوا تیمور بھائی۔"

"کیوں مینو! تیرے دل کو کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں، بس یوں ہی۔"

اس نے بات بدل دی' اور انہیں کاشی کے بچوں کے بارے میں بتانے لگی۔

اور پھر وہ دونوں تب تک وہیں بیٹھے رہے جب تک کہ لڑکیاں عجائب گھر کی سیر کر کے واپس نہ پلٹ آئیں۔ آنے سے پہلے اس نے تیمور سے اسلام آباد کا پتا لے لیا تھا۔

"کسی دن ابا کو لے کر آؤں گی۔"

اس نے وعدہ کیا یہ جان کر اسے بہت دکھ ہوا تھا' کہ تیمور نے شادی نہیں کی تھی۔ اس کے استفسار پر وہ ہنس دیے تھے۔ افسردہ سی ہنسی۔

شادی تو زندہ لوگ کرتے ہیں مینو! اور میں اسی دن مر گیا تھا' جب سمو نے مجھے ٹھکرا دیا تھا' اور یہ جو میں تمہیں چلتا" پھرتا دکھائی دے رہا ہوں' نا صرف اماں کی اور تمہاری دعاؤں کے طفیل، مجھے یقین ہے مینو! تو میرے لئے دعا "کرتی ہو گی۔

ہوں!" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔"

"میں نے آپ کے سکون اور سکھ کے لیے بہت دعائیں مانگیں' لیکن شاید میری دعائیں بے اثر تھیں۔"

"نہیں مینو، یہ تمہاری دعائیں ہی تو ہیں' جن سے میرا بے قرار اور مضطرب دل ٹھہر سا گیا ہے، ورنہ پتا ہے۔"

پھر وہ ہنسے۔ ٹوٹی ہوئی دلگرافتہ سی ہنسی۔

میرا تو دل چاہتا تھا۔ گریبان چاک کر کے صحراؤں کو نکل جاؤں۔ اچھا تو بتا سمو کیسی ہے؟ خوش ہے نا۔ کتنے بچے ہیں"

"اس کے؟

ہاں خوش ہے وہ تو ایسی گئیں کہ پھر لوٹ کر ہی نہ آئیں۔ ایک بیٹا اور بیٹی ہے ان کی۔" اس نے تفصیل سے بتایا۔"

"اچھا خوش رہے۔"

انہوں نے دعا دی۔

"آپ آئیے گا نا تیمور بھائی! یہ تین گھنٹے کا تو راستہ ہے۔"

"آؤں گا۔"

انہوں نے وعدہ کر لیا' اور پھر کتنے دن گزر گئے وہ انتظار کرتی رہی' لیکن وہ نہ آئے۔

کئی بار اس نے سوچا وہ ہی کسی دن تیمور سے مل آئے۔ ابا کو ساتھ لے کر لیکن ابا کی طبیعت ذرا سنبھلی تھی۔ اور وہ اسلام جانے کا پروگرام بنا رہی تھی کہ اچانک اس کی ٹرانسفر کے آرڈر آ گئے۔ اس نے ٹرانسفر رکوانے کی بہت کوشش کی' لیکن اسے اسلام آباد جانا ہی پڑا۔ اچھی طرح ایڈجسٹ ہونے کے بعد ایک روز وہ تیمور کا ایڈریس لے کر ان کے گھر پہنچ گئی۔ اور لمحہ بھر کو تو حیران رہ گئی۔ کتنا شاندار گھر تھا' نہ جانے کتنے کنال کے رقبے پر پھیلا ہوا تھا۔

شاید تیمور نے سعودی عرب میں بہت پیسہ کمایا ہے۔

اس نے گیٹ پر لگی ہوئی تختی کو دیکھا۔

"تیمور مراد شاہ"

وہ صحیح جگہ پہنچی تھی۔ یہ شاندار اور خوبصورت گھر انہی کا تھا۔ تیمور گھر پر ہی تھے' لان میں کرسی بچھائے آنکھیں موندے جانے کیا سوچ رہے تھے۔ اسے دیکھ کر خوش ہو گئے۔

"ارے مینو تم، اکیلی کیسے آ گئی ہو؟ ماموں جان نہیں آئے؟"

"آپ جو نہیں آئے تو میں نے سوچا چلو میں ہی مل لوں۔"

سوری مینو!" وہ شرمندہ ہو گئے۔"

میرا تو دل چاہ رہا تھا ماموں سے ملنے کو' لیکن وہ تینی اور بچے آ گئے تھے۔ ابھی کل ہی گئے ہیں۔ تمہیں میں نے بتایا تھا نا"
"تینی آج کل لاہور ہوتا ہے۔ تین بچے ہیں اس کے، اس کی بیوی بہت اچھی۔ گلریز چچا کی بیٹی شنو۔
"آپ تینی کو بھی لے آتے۔"
تینی... تمہیں نہیں پتا مینو، وہ بڑا غصیلا ہے۔ وہ تو تم سب لوگوں سے ناراض ہے، خفا ہے۔ میری بے مقصد زندگی کا"
"ذمہ دار وہ تم سب کو سمجھتا ہے۔ پاگل ہے نا۔
غلط تو نہیں سمجھتا۔ آپ کی تباہی کے ذمہ دار ہم ہی تو ہیں۔" اس نے افسردگی سے کہا۔"
نہیں، نہیں مینو! ایسا مت کہو' میں نے کہا تھا نا۔ یہ مقدر کے کھیل ہوتے ہیں۔ غلطی شاید میری تھی' جو میں نے"
سمو کے کھیل کو دل کا روگ بنا لیا تھا۔ اچھا خیر چھوڑو اس موضوع کو، یہ بتاؤ تمہارا سامان کہاں

"ہے۔ رہو گی نا' یا آج ہی واپس چلی جاؤ گی۔
"میرا ٹرانسفر ہو گیا ہے یہاں۔"
"اوہ پھر تو آتی رہو گی نا۔ تم سے مل کر عجیب سا سکون ملا مجھے۔"
تیمور سچ مچ بہت خوش ہو گئے تھے۔ انہوں نے وہیں بیٹھ کر چائے پی اور ادھر ادھر کی ڈھیروں باتیں کیں، اپنا گھر دکھایا۔
"آپ کا گھر بہت خوبصورت ہے، بالکل خوابوں کا سا۔"
یہ سب تینی کی ضد ہے۔ اس نے یہ گھر خریدا ہے' وہ میرے ارد گرد خوشیوں کے ڈھیر لگا دینا چاہتا ہے۔ پاگل ہے نا۔"
نہیں سمجھتا کہ جب اندر کے رنگ پھیکے پڑ جائیں تو باہر کتنے بھی رنگ بھر لو زندگی کے رنگ پھیکے ہی رہتے ہیں۔ تم تو
"! سمجھتی ہو نا مینو
ہاں۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔"
اور پھر رات کے کھانے کے بعد تیمور خود اسے ہاسٹل چھوڑ آئے۔ ایک طویل عرصہ زندگی میں تھوڑی سی تبدیلی آ گئی

تھی۔

وہ چھٹی والے دن تیمور کی طرف چلی جاتی' اور پھر سارا دن وہاں ہی گزارتی۔ اپنے ہاتھوں سے کھانا پکاتی، ان کا کمرہ صاف کرواتی' اور پھر وہ کسی بھی موضوع پر گھنٹوں باتیں کرتے' موسیقی سنتے، کتابیں پڑھتے، حیرت انگیز حد تک دونوں کی پسند ملتی تھی۔ اور اگر کبھی وہ نہ جاتی تو تیمور خود اسے لینے پہنچ جاتے۔

"تم نہیں آئی ہو تو دل اداس ہو گیا ہے۔"

اور وہ سارے کام چھوڑ کر چل پڑتی۔

تیمور اکثر باتیں کرتے کرتے غور سے اسے دیکھنے لگتے تھے۔ انہیں لگتا کہ جیسے اس کی آنکھوں میں کسی دکھ کا رنگ منجمد سا ہو گیا ہے' اور چہرے پر ملال کے موسم بسیرا کیے ہوئے ہیں۔

پتا نہیں اتنی اچھی، اتنی محبت کرنے والی، نرم دل لڑکی کو کیا دکھ ہے۔ اور پھر اس نے شادی تو نہیں کی۔ حالانکہ کوئی بھی اسے اپنا شریک زندگی بنا کر فخر محسوس کر سکتا تھا۔ کئی لوگوں نے اس کی رفاقت کی تمنا کی ہو گی۔ خود تینی نے بھی تو ایک بار ایسی ہی خواہش کی تھی، جب وہ اور سمو ان کے گھر آئے تھے تب، کہیں... کہیں مینو اور تینی؟

انہوں نے سوچا' اور ان کے دل پر ایک بوجھ سا آ گرا۔

"سمو! تم نے میرے ساتھ ساتھ شاید مینو کی زندگی بھی تباہ کر ڈالی ہے۔ کاش مجھے پہلے ہی احساس ہو جاتا تو میں مینو اور تینی کے لیے کچھ کرتا۔" اور وہ اس کے لیے دکھی ہو گئے۔

"مینو!" ایک روز انہوں نے اس سے پوچھا۔"

"ایک بات بتاؤ گی؟"

"ہاں پوچھئے۔"

"تمہیں کیا دکھ ہے۔"

"مجھے!" حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔"

"مجھے بھلا کیا دکھ ہو سکتا ہے۔"

"مینو! تمہیں یاد ہے، تم نے ایک بار جب میں آخری بار تمہارے گھر گیا تھا' تو مجھے سے کہا تھا کہ میں تمہیں اپنا دوست سمجھوں اور تم اچھے دوستوں کی طرح ہمیشہ میرے لیے دعا کرتی رہو گی۔"

"ہاں تیمور بھائی! میں نے ہمیشہ آپ کے لیے دعا کی۔"

"کیا اب بھی تم مجھے اپنا دوست سمجھتی ہو مینو؟"

"ہاں۔"

"تو پھر دوست تو دوستوں سے کچھ نہیں چھپاتے۔ میں نے تو اپنا سینہ تمہارے سامنے کھول کر رکھ دیا تھا، پھر تم مجھ سے کیوں چھپاتی ہو؟"

"نہیں تیمور بھائی' مجھے کوئی دکھ نہیں ہے۔ پتا نہیں آپ کو یہ خیال کیوں آیا؟"

وہ ہنس دی۔ لیکن دل میں وہ برسوں پرانا چبھا کانٹا پھر کسک دینے لگا تھا۔ اب وہ انہیں کیا بتاتی کہ پندرہ برس قبل کی تصوراتی لڑکی نے محض ایک بے بنیاد سی بات پر کتنے بڑے محل کھڑے کر لیے تھے' اور جب یہ محل حقائق کی تیز آندھی سے گر گئے تھے' تو اس کے دل کی دنیا ویران ہو گئی تھی' اور آج بھی اس دن کی طرح ویران ہے' اور کبھی کبھی اس ویرانے میں تیز ہوائیں چلنے لگتی ہیں' اور بگولے اٹھتے ہیں' اور ایسے میں اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے اس المیے پر چیخیں مار مار کر روئے۔

"نہیں مینو!"

تیمور نے اس کے سوچ میں ڈوبے ہوئے چہرے کی طرف دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے جیسے تم نے۔"

وہ ذرا جھجکے۔

"تم نے بھی کسی سے محبت کی ہے' اور پھر اس محبت کے بچھڑنے کا کرب سہا ہے، عذاب جھیلا ہے۔ تمہیں یاد ہے، تم نے کہا تھا کہ تم ریزہ ریزہ دل کا کرب اور پارہ پارہ روح کا دکھ جانتی ہو' جیسے تمہارا اپنا دل ریزہ ریزہ ہوا ہو' اور تمہاری

اپنی روح پارہ پارہ ہو گئی ہو۔ یہ اتنی بڑی بات کوئی یوں ہی تو نہیں کہہ دیتا۔ سترہ برس کی عمر میں تم نے کیسے یہ دکھ محسوس کر لیا تھا؟ مینو کہیں تم تینی سے؟"

نہیں۔" اس نے تڑپ کر اس کی طرف دیکھا۔"

میں نے تینی کو ہمیشہ کاشی کی طرح جانا ہے' اور اس کی کامیابیوں اور خوشیوں کے لیے ایسے ہی دعائیں کی ہیں۔ جیسے" کاشی کے لئے۔"

وہ شاید سچ کہہ رہی تھی۔

تیمور نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں پر اور اس کے چہرے پر سچ تھا۔ وہ شرمندہ سے ہو گئے۔

سوری مینو' دراصل کبھی کبھی بیٹھے بیٹھے تم یوں کھو سی جاتی ہو' اور تمہاری آنکھوں سے ایسا کرب جھانکنے لگتا ہے" جیسے کوئی گہرا درد تمہارے دل کو چھیل رہا ہو۔ بالکل ایسا ہی درد جیسا میرے دل میں ترازو ہو گیا ہے۔"

میں دراصل کبھی کبھی آپ کی ناکام زندگی کے بارے میں سوچنے لگتی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس طرح" آپ کی اس ناکام زندگی میں خوشیاں بکھیر دوں۔ کس طرح آپ کے دل سے درد کے اس کانٹے کو کھینچ لوں۔ جو پندرہ برس سے اسی طرح آپ کے دل میں پیوست ہے۔ آپ کتنا بھی مطمئن دکھائی دینے کی کوشش کریں تیمور بھائی' میں آپ کے سینے کے زخم دیکھ سکتی ہوں۔ آپ کی آنکھوں میں کروٹیں لیتے درد کو محسوس کر سکتی ہوں۔ آپ کی مجروح ہنسی کا کانچ میرے دل میں چبھتا ہے' اور مجھے آپ کی آنکھوں میں آسیبی سائے منڈلاتے دکھائے دیتے" ہیں۔

"!پاگل ہو تم مینو"

وہ ہنس دیے۔ وہی مجروح ہنسی جس کا کانچ اس کے دل میں چبھتا تھا۔

میں دکھ کے اس گہرے سمندر میں ضرور گر گیا تھا' اور اسے پاٹنے میں مجھے بہت وقت لگا' لیکن اب میں سطح پر" ہوں' اور ڈوبنے کا کوئی خدشہ نہیں رہا۔ ہاں البتہ طوفانوں نے جس طرح میرے وجود کو لیر لیر کیا ہے' اس کے آثار

"تو رہیں گے نا۔

لیر لیر وجود جڑ بھی سکتا ہے نا تیمور بھائی۔" اس نے بڑی دردمندی سے کہا۔"

"آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ کسی بہت اچھی، بہت مخلص لڑکی سے۔"

شادی!" انہوں نے اسے حیرت سے دیکھا۔"

"میرے پاس کیا ہے کسی کو دینے کے لئے سوائے ایک شکستہ دل اور ٹوٹے پھوٹے وجود کے۔"

پتا نہیں کیوں مجھے یقین ہے تیمور بھائی کہ کوئی بہت اچھی، بہت مخلص لڑکی، آپ کی زندگی کے آسمان پر چھائے"

"... ہوئے دکھ کے اس غبار کو ختم کر دے گی۔ پھر آپ سچی ہنسی ہنسیں گے۔ اور

وہ کہتی رہی بڑے جذب سے اور تیمور آنکھیں کھولے اسے دیکھتے رہے اور سوچتے رہے۔

ہمدرد، مخلص، سچی اور نرم خو۔

اس نے سچے دوستوں کی طرح میرے لیے دعائیں کی ہیں' اور کتنی دردمندی سے میرا درد بانٹا ہے۔ اور کیسے ٹھنڈی اور نرم روچاندنی کی طرح میری زندگی میں در آئی ہے۔

"تینی اب آئے تو مجھے ضرور بتائیے گا۔ میں اس سے کہوں گی کہ وہ آپ کے لیے کوئی اچھی سی لڑکی۔"

"وہ لڑکی تم نہیں ہو سکتیں مینو؟"

بالکل غیر ارادی طور پر انہوں نے سوچا' اور پھر خود ہی نادم ہو گئے۔

یہ میرے ذہن میں ایسا خیال کیوں آیا؟

کیا سوچے گی وہ؟

انہوں نے اپنے آپ کو تنبیہ کی' لیکن اس تنبیہ کے باوجود اکثر راتوں کی تنہائی میں انہیں اس کا خیال آجاتا' اور وہ بڑی دردمندی سے سوچتے کہ وہ اور مینو اگر زندگی کے باقی ماندہ سفر کو مل کر طے کر لیں' تو سفر سہل ہو جائے گا۔ مگر وہ اس سے یہ سب کہنے کی ہمت نہیں پا رہے تھے۔ کئی بار انہوں نے ارادہ باندھا اور توڑ دیا۔ کئی بار وہ اس سے کہتے کہتے رک گئے' اور مینو ان کے اندر کی کشمکش سے بے نیاز اسی دردمندی اور خلوص سے ان کا درد بانٹتی رہی' اور کالج

میں موسم سرما کی چھٹیاں ہو گئیں۔ تیمور اس کے جانے سے اداس ہو گئے تھے۔ اور وہ اسی کا بھی گھر میں دل نہیں لگا۔
کئی بار تیمور کا خیال آیا۔ زینت آرا کو پتا چلا کہ تیمور نے ابھی تک شادی نہیں کی تو ان کی آنکھیں چمک اٹھیں۔
"ارے سنیں جعفر علی شاہ! اگر تیمور اور مینو کی شادی ہو جائے تو...؟"
انہوں نے سرگوشی کی جسے مینو نے صاف سنا' لیکن جعفر علی شاہ خاموش ہی رہے۔ انہوں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔
اب وہ ان کی باتوں پر خاموش ہی رہتے تھے۔
ویسے جعفر علی شاہ! یہ تمہارے تیمور میں بڑے بے مروت، یہ چار قدم پر رہتے ہیں' اور کبھی خبر تک نہ لی کہ ماموں"
"کس حال میں ہیں۔
آپ نے کون سی خبر لے لی اماں۔" اس نے جل کر کہا۔"
"زخم تو آپ نے لگائے تھے' پھر مرہم بھی تو آپ کو ہی تلاش کرنا چاہیے تھا۔"
اس نے سوچا اور وہاں سے چلی آئی۔
زینت آرا بڑبڑا رہی تھیں۔
"یہ لڑکی پھوپھو کی حمایت میں ہمیشہ مجھ سے یوں لڑی ہے' جیسے ان کی کوکھ سے ہی جنم لیا ہو۔"
اس نے اماں کی بات پر کوئی دھیان نہیں دیا تھا کہ وہ تو ہمیشہ سے ہی ایسے الٹے سیدھے جوڑ ملاتی آئی تھیں۔ لیکن خود ایک روز تیمور کے بارے میں سوچتے ہوئے اس پر انکشاف ہوا کہ محبت کا وہ پودا جسے اس نے اپنی دانست میں جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا' پھر سے ہرا ہو گیا ہے۔ اس انکشاف نے لمحہ بھر کے لیے تو اسے ششدر کر دیا۔ اب اس عمر میں یہ
"ایسی انہونی خواہشیں کیوں میرے دل میں پیدا ہو رہی ہیں۔
اس نے پریشانی سے سوچا۔ اور عہد کیا کہ اب وہ تیمور سے زیادہ نہیں ملے گی۔ بس کبھی کبھی جایا کرے گی' لیکن وہ اپنے اس عہد پر پورا نہ اتر سکی' اور اسلام آباد پہنچتے ہی سیدھے تیمور کی طرف گئی۔ تنویر بھی آیا ہوا تھا۔ تنویر کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی۔
"ارے تینی! تم کیسے ہو؟"

ٹھیک ہوں۔" اس نے بڑی رکھائی سے جواب دیا۔"

ناراض ہو کیا؟" وہ ہنس دی۔"

"اپنوں سے خفا نہیں ہوتے تنویر۔ میں نے تو تم سب لوگوں کو بہت یاد کیا۔ اور تم سب کے لیے بہت دعائیں کیں۔"

لیکن تنویر نے اس سے زیادہ بات نہیں کی۔ وہ شاید ان سب سے بہت خفا اور ناراض تھا۔

"خیر منالوں گی۔"

اس نے سوچا اور تیمور کو ابا اور اماں کے متعلق بتانے لگی کہ وہ سب اسے یاد کرتے ہیں۔

وہ اور تیمور باتیں کرتے رہے اور تنویر روٹھا روٹھا سا بیٹھا میگزین دیکھتا رہا' اور جب کسی کام سے تیمور باہر گئے تو وہ اچانک اس کی طرف مڑا۔

"مینو، میں آپ کو اس طرح تیمور بھائی کے دل سے کھیلنے کی اجازت نہیں دوں گا؟"

تینی!" وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم؟"

دلوں سے کھیلنا تو شاید آپ لوگوں کی ہابی ہے' لیکن یہ کھیل کسی کی زندگی تباہ کر سکتا ہے۔ آپ سے کس نے کہا ہے کہ" آپ یہاں آ کر اپنی محبتیں اور ہمدردیاں بانٹیں۔ اور جب آپ کی یہ محبتیں کسی دل کو اسیر کر لیں تو آپ اسی دل کو پاؤں تلے روندتی ہوئی چلی جائیں۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں مینو! کہ میرے بھائی کی راہ سے ہٹ جائیں' انہیں معاف

"کر دیں کہ ان کا کمزور دل مزید کوئی صدمہ نہیں سہہ سکتا۔

تنویر!" اس کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔"

"تم... تم نے مجھے کتنا غلط سمجھا۔ کس قدر۔"

وہ ایک دم اٹھی اور تقریباً بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی' اور پھر اپنے کمرے میں آ کر وہ خوب روئی۔

تنویر ایسا سمجھتا ہے مجھے۔ اسے کیا بتاتا کہ میں۔ میں نے کتنی گہری اور شدید محبت کی ہے تیمور سے۔ بغیر کسی غرض،"

"بغیر کسی لالچ کے۔

رونے سے اس کے سر میں درد ہونے لگا تھا۔ وہ چائے بنانے کے لیے اٹھی تو مائی نے بتایا۔

"آپ کے مہمان آئے ہیں۔"

ایک بار تو اس کا دل چاہا کہہ دے اسے کسی سے نہیں ملنا۔ اس اجنبی شہر میں اور کون آسکتا ہے سوائے تیمور کے۔ یقینا وہی ہوں گے اور تینی کے رویے کی معذرت کرنے آئے ہوں گے۔ لیکن پھر جانے کیا سوچ کر وہ باہر چلی آئی۔

تیمور کی گاڑی سے ٹیک لگائے تنویر کھڑا تھا۔

"... تم تنویر"

"ہاں میں آپ کو لینے آیا ہوں۔"

"... مگر"

"اگر مگر کچھ نہیں۔"

تنویر نے بڑی تکلفی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کر طرف دھکیلا۔

"چلیں، بیٹھیں اندر۔"

آپ اس طرح چلی آئیں تو تیمور بھائی بہت خفا ہوئے مجھ پر' کہ میں نے ان کی پیاری سی دوست کو ناراض کر دیا ہے''' اور میں نے سوچا کہ چلو میں نے خفا کیا ہے' میں ہی منا لاتا ہوں۔

"آپ روتی رہی ہیں مینو؟"

ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے اس کی سرخ سرخ آنکھوں کو دیکھا۔
"میں بہت شرمندہ ہوں کہ میرے رویے سے آپ کو دکھ پہنچا' لیکن آپ نہیں جانتیں مینو، آپ نے تیمور بھائی کی وہ دیوانگی نہیں دیکھی' ان کا وہ حال نہیں دیکھا۔ اماں تو ان کے غم میں چارپائی سے جا لگی تھیں۔ پھر شاید خدا کو ہماری حالت پر رحم آ گیا تھا کہ تیمور بھائی سنبھل گئے۔"
"میں جانتی ہوں تینی، اور میں نے تمہاری باتوں کا برا نہیں منایا۔"
"تو آپ اب ناراض نہیں ہے نا مجھ سے۔"
معصومیت سے اس کی طرف دیکھتا ہوا۔ تنویر اسے آج پندرہ سولہ برس پہلے کا تنویر لگا۔
"نہیں، میں تم لوگوں سے ناراض نہیں ہو سکتی تینی۔"

اچھا تو پھر ایک بات کہوں؟" اس نے سنجیدگی سے کہا۔"
"ہوں کہوں"
آپ۔" وہ ذرا سا جھکا۔"
آپ تیمور بھائی سے شادی کر لیں۔ آپ ان کی غم آشنا ہیں۔ اور آپ نے ان کے دکھ کو شیئر بھی کیا ہے' آپ جس"
طرح انہیں سمجھ سکتی ہیں۔ شاید کوئی اور لڑکی نہ سمجھ سکے۔"
"کیسی باتیں کر رہے ہو میں اس عمر میں شادی کرتی اچھی لگوں گی؟"
"کیا ہوا ہے آپ کی عمر کو؟"
تنویر نے شوخی سے اس کا جائزہ لیا۔
ایمان سے پچیس برس سے زیادہ کی نہیں لگتیں' اور اگر جو میں تین بچوں کا باپ نہ ہوتا تو یقینا میرا دل بھی آپ کو"
دیکھ کر بے ایمان ہو گیا تھا۔ بڑی مشکل سے سنبھالا ہے۔"
اس کے رخساروں پر شفق سی دوڑ گئی۔

"شرارت نہیں تنویر۔"

میں سنجیدہ ہوں مینو اور مجھے یقین ہے کہ آپ تیمور بھائی کی زندگی کی الجھی ہوئی ڈور کو سلجھا سکتی ہیں' اور ان کی ڈوبتی" ہوئی نیا کو کنارے پر لا سکتی ہیں۔ سال بھر پہلے کے اور آج کے تیمور بھائی میں' میں نے بہت فرق محسوس کیا ہے' وہ آپ سے ملنے کے بعد بہت بدلے ہیں۔ ایسا لگا ہے مجھے، جیسے ان کی زندگی پر چھائے ہوئے غم کے بادل اتنے گہرے نہ رہے ہوں' اور ان کے ارد گرد منڈلاتے آسیبی سائے گم ہو گئے ہوں۔ خدا کی قسم مینو وہ دن بدن زندگی سے" دور ہوتے جا رہے تھے' لیکن آپ انہیں زندگی کی طرف لا رہی ہیں۔

مگر تیمور وہ... وہ شاید اسے پسند نہ کریں۔" اس نے آہستگی سے کہا۔"

"ان کی آپ فکر نہ کریں، انہوں نے اپنی زندگی کی بھاگ دوڑ میرے ہاتھ میں دے دی ہے۔"

"بس، آپ اپنی کہیں، اس ٹوٹے ہوئے شکستہ آدمی کا ساتھ منظور ہے آپ کو؟"

میں..." اس کی آواز بھیگ گئی۔"

میری تو ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے تنویر کہ میں کسی طرح اس دکھ کا کفارہ ادا کر سکوں' جو آپا نے تم سب لوگوں کو دیا" "تھا۔

تو بس پھر کفارہ ادا کیجئے میں بہت جلد اماں کو لے کر آؤں گا۔" وہ گنگنانے لگا' اور اس نے مطمئن سا ہو کر سیٹ کی" پشت پر سر ٹیک لیا۔

لیکن اس سے پہلے کہ پھوپھو آتیں، سید جعفر علی شاہ بیمار پڑ گئے۔ انہیں دل کا دورہ پڑا تھا۔ اور ڈاکٹر ان کی حالت سے مطمئن نہ تھے۔ تیمور اور تنویر ان کی حالت کا سن کر اس کے ساتھ ہی آئے تھے۔ اور ان کے آنے سے اسے بڑی ڈھارس ملی تھی۔ زینت آرا بھی بار بار ان کا شکریہ ادا کرتی تھیں' ایک شام اچانک ہی ان کی حالت بگڑ گئی۔ ڈاکٹر انہیں ایمرجنسی میں لے گئے۔ تو تنویر طیبہ بیگم کو لینے چلا گیا۔

اگر ماموں جان کو کچھ ہو گیا' تو اماں بہت ناراض ہوں گی کہ ہم نے انہیں اطلاع نہیں دی۔" اور پھر جب تنویر"

انہیں لے کر آیا تو ابا کی طبیعت کافی سنبھل چکی تھی' اور ان کے اور پھوپھو کے ملنے کا منظر... پھوپھو اس قدر روئیں اور سید جعفر علی شاہ بھی کہ خود اس کی بھی ہچکی بندھ گئی' سب کی آنکھیں نم تھیں۔ اور ان آنسوؤں میں دل کا میل دُھل گیا' اور وہ سب آپس میں اس طرح گھل مل گئے' جیسے کبھی ان کے درمیان کوئی خلیج پیدا ہی نہیں ہوئی تھی۔ اور کوئی ناراضگی نہ تھی۔

تنویر جعفر علی شاہ کے گھر آجانے کے بعد لاہور چلا گیا تھا۔ البتہ پھوپھو اور تیمور وہاں ہی تھے۔ اس نے بھی ایک ماہ کی مزید چھٹی لے لی تھی۔ کاشف ابا کی بیماری کا سن کر آیا' تو سمو آپا اور فیری بھی ان کے ساتھ تھیں۔

سمو پورے سترہ برس کے بعد آئی تھیں۔ فیری بہت خوبصورت تھی۔ سمو آپا سے بھی کہیں زیادہ، نیلی نیلی متجسس آنکھیں اس کی فطرت میں پارہ سا بھرا تھا۔ کبھی وہ مینو کے پاس بیٹھی ہوتی، کبھی تیمور کے گرد گھوم رہی ہوتی اور کبھی سید جعفر علی شاہ کے پاس بیٹھی انہیں لطیفے سنا رہی ہوتی۔

مینو کو وہ بہت اچھی لگی تھی۔ شوخ و شریر اور حساس سی' تیمور سمو آپا کے آنے کے کچھ دن بعد واپس اسلام آباد چلے گئے تھے۔ اور پھوپھو چونکہ افراتفری میں آئی تھیں' اس لیے وہ کچھ دنوں بعد پھر آنے کا کہہ کر چلی گئیں تھیں۔

سمو مستقل طور پر ہی آگئی تھیں۔ نادر نے اپنے کسی دوست کے توسط سے اسلام میں گھر لے لیا تھا' اور اب نادر کے آنے کے بعد وہ اسلام آباد منتقل ہو جاتے۔ سمو بہت خوش اور مطمئن تھیں' اور ان کی زندگی میں دور دور تک کسی پچھتاوے کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ سارا دن امریکہ کی باتیں کرتی رہتیں۔ وہاں کے کلچر کی اور وہاں کی رنگینی کی۔

"ایک شخص کی زندگی کو تباہ کر کے بھی یہ کتنی مطمئن ہیں۔"

مینو حیران ہو کر سوچتی۔

"اور کتنی خوش۔"

سید جعفر علی شاہ کی طبیعت سنبھلی تو ایک روز زینت آرا نے دلے لفظوں میں سمینہ سے کہا۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ اب تم آئی تو مینو کے فرض سے بھی سبکدوش ہو لوں۔ بہت ضد مان لی اس کی۔"

وہ قریب ہی بیٹھی بیگ میں کپڑے رکھ رہی تھی۔ کیونکہ اس کی چھٹی ختم ہونے والی تھی۔

"کوئی لڑکا ہے آپ کی نظر میں؟"

ہاں اپنا تیمور اور کون؟" طیبہ نے سرسری ساذکر کیا تھا۔"

"تمہارے ابا کی بیماری کی وجہ سے کھل کر بات نہیں کی' اب کے شاید آئیں تو باقاعدہ رشتہ دیں۔

سمو حیران سی انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"تیمور سے، کوئی اور نہیں ہے آپ کی نظر میں۔"

باؤلی ہوئی ہے لڑکی اب اس عمر میں باہر سے رشتے آئیں گے' وہ تو بس شاید اس کے نصیب سے ہی تیمور نے اب"

"تک شادی نہیں کی تھی۔ ورنہ۔

"مگر اماں، یہ مناسب نہیں ہے۔"

سمو نے احتجاج کیا' تو مینو کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

"کیوں مناسب نہیں ہے؟"

زینت آرا نے جھلا کر انہیں دیکھا۔

"اپنا خون ہے، نہ خاندان پوچھنے کی ضرورت اور نہ۔"

یہ بات نہیں ہے اماں آپ سمجھ نہیں رہی ہیں میرا مطلب یہ تھا کہ اس گھر سے ایک بار تیمور کو انکار ہوا ہے' اور اب"

"کہیں وہ مینو سے انتقام نہ لیں۔

"ارے چھوڑو سمو بے کار کے وسوسے نہ پالو۔"

"وہ آپ کی طرح نہیں ہیں۔ تنگ دل اور کم ظرف۔"

مینو نے جل کر سوچا اور بیگ اٹھا کر باہر نکل آئی' لیکن اس کے کان ادھر ہی لگے ہوئے تھے۔ سمو اس کی اور کی تیمور کی شادی کی زبردست مخالفت کر رہی تھیں' اور اپنی بات کی مضبوطی کے لیے ایک کے بعد ایک دلیل دے رہی تھیں، انہیں تیمور پر بہت سے اعتراض تھے۔

بہر حال۔" اس نے ہولے سے سر جھٹکا۔"

مجھ سے اماں نے پوچھا تو میں صاف کہہ دوں گی کہ مجھے تیمور کا ساتھ منظور ہے، خواہ وہ جیسے بھی ہیں۔ خالی ہاتھ ہیں یا " خالی دامن۔ مجھے دینے کے لیے ان کے پاس کچھ نہیں' تو نہ سہی، میرے پاس تو بہت کچھ ہے انہیں دینے کے لیے "، محبتیں چاہتیں اور خلوص۔

وہ آپا کے اس رویے سے بڑی بد دل ہو کر اسلام آباد آئی۔ سمو نے اسے بھی ورغلانے کی بڑی کوشش کی تھی' لیکن اس نے ان کی کسی بات کی پروا تک نہیں کی تھی۔ تیمور بہت ڈسٹرب تھے۔

اتنے سارے سالوں اچانک سمو کو دیکھ کر ان کے زخموں کے منہ کھل گئے تھے۔ تنویر ان کے پاس ہی تھا۔

تیمور بھائی بہت مضطرب ہیں۔" اس نے مینو کو بتایا۔"

میں چاہتا تھا کہ آپ جلد از جلد بھیا کی زندگی میں شامل ہو جائیں۔ آپ کی رفاقت شاید ان کے مرہم ثابت ہو' لیکن" اماں وہاں گاؤں جا کر پھنس گئی ہیں، ابا کو معمولی بخار ہے۔ لیکن وہ اس عمر میں نازک مزاج ہو گئے ہیں کہ اماں کو "اپنے پاس سے ہٹنے ہی نہیں دیتے۔ میں گیا تھا ایک دن کے لیے، اماں جلد آئیں گی۔

"مگر؟"

مینو نے غور سے تنویر کو دیکھا جو تیمور کی وجہ سے بہت پریشان تھا۔

مگر کیا؟" تنویر نے پوچھا۔"

"آپا بہت مخالفت کر رہی ہیں۔"

کیوں؟" تنویر نے تیوری چڑھائی۔"

انہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ دوسروں کی زندگی کے فیصلے کریں۔ آپ کو اپنی زندگی پر پورا حق ہے مینو، اسے " دوسرے کے ہاتھوں میں کھلونا مت بننے دیجئے، آپ بچی نہیں ہیں، آپ اپنی زندگی کا فیصلہ خود کر سکتی ہیں، کہہ دیجئے ماموں جان سے کہ آپ تیمور بھائی سے' بخدا مینو اگر سمو آپا نے ایک بار پھر میرے بھائی کو موت کے اندھیروں کی

"طرف دھکیلا تو میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔

"جذباتی نہ بنو تنویر۔"

"یہ جذباتیت نہیں ہے مینو۔ میں سمو آپا کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ وہ نہیں چاہتیں کہ تیمور بھائی شادی کر کے خوشی حاصل کریں۔ ان کی خواہش یہی ہے کہ تیمور بھائی ان کے جوگ میں دنیا تیاگ دیں' اور ان کی انا کو تسکین ملتی رہے کہ ایک شخص نے ان کی خاطر جوگ لے لیا۔ آپ وعدہ کریں مجھ سے مینو۔"

اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

"کہ آپ سمو آپا کے کسی بھی غلط فیصلے کے سامنے سر نہیں جھکائیں گی۔"

وعدہ۔" وہ مسکرائی اور اپنا ہاتھ اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر رکھ دیا۔"

"میں آج ہی اماں کو خط لکھتا ہوں کہ وہ جتنی جلدی ہو سکے ماموں جان کے پاس جائیں اور اگر کوئی مسئلہ بن گیا تو مجھے بلا لیجئے گا۔ میں سب سے نبٹ لوں گا۔"

"بہت بہادر ہو گئے ہو۔"

وہ خوش دلی سے ہنس دی وہ جو آپا کی شدید مخالفت سے اس کے دل پر غبار سا چھا گیا تھا۔ تنویر کی اس جذباتی سی گفتگو سے خود بخود چھٹ گیا۔

اس نے تیمور کی دلجوئی کی پوری کوشش کی اور تیمور کافی سنبھل بھی گئے تھے۔ تنویر مطمئن ہو کر واپس چلا گیا تھا کہ وہ وہاں ہے اور تیمور کی دیکھ بھال کرتی رہے گی۔ لیکن بالکل اچانک اس کی ٹرانسفر کے آرڈر آ گئے۔ اس کا ٹرانسفر واپس اپنے شہر میں ہی ہو گیا تھا۔ جانے سے ایک روز پہلے تیمور نے اس سے کہا۔

"مینو۔" تنویر نے میرے اور تمہارے میں جو کچھ سوچا ہے تمہیں اس پر کوئی اعتراض تو نہیں؟"

نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔"

تیمور نے دیکھا اس کی آنکھوں میں ملال کے رنگ پگھل رہے تھے۔ اور دکھ کے موسم رخصت ہو رہے تھے۔

یہ جاننے کے باوجود کہ میں ایک تھکا ہوا، ہارا ہوا شخص ہوں' اور میں نے اپنی زندگی کے بہترین سال ایک ایسی"

لڑکی کی محبت میں گزار دیئے جس کے نزدیک محبت ایک کھیل تھا' اور میں اپنے سارے خوبصورت جذبے پہلے ہی کسی کی نذر کر چکا۔"

ہاں یہ جاننے کے باوجود۔" اس کی پلکیں جھک گئیں۔"

"البتہ آپ۔ آپ کو تو تنویر نے مجبور نہیں کیا کہیں آپ تو۔"

نہیں۔ نہیں مینو مجھ پر کسی نے جبر نہیں کیا۔ میں بہت تھک گیا ہوں مینو اور اب میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسا ساتھی ہو' جو ایک ایک کر کے میری ساری سوئیاں نکال دے' اور تم سے بہتر مجھے کوئی رفیق نہیں ملے گا۔ میں پوری کوشش کروں گا مینو کہ تمہیں وہ سب کچھ دے سکوں جو تمہارا حق ہو گا' لیکن پھر بھی اگر مجھ سے کہیں کوئی کوتاہی ہو جائے تو معاف کر دینا۔"

"مجھے کچھ نہیں چاہیے تیمور کچھ بھی نہیں۔"

پتا نہیں کیسے وہ کہہ گئی۔

"بس آپ کی رفاقت ہی میرے لیے بہت ہے۔ آپ کا ساتھ مل جائے مجھے کسی اور چیز کی تمنا نہیں۔"

"مینو۔"

تیمور حیران ہو کر اس کے چہرے پر پھیلتے سمٹتے رنگوں کو دیکھنے لگا' اور وہ ان کے اس طرح دیکھنے سے یوں گھبرا گئی' جیسے وہ سولہ سترہ برس کی لڑکی ہو' اور ایک دم خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آئی۔

وہ گھر پہنچی تو اسے پتا چلا کہ نادر ہاشمی امریکہ سے آ چکے ہیں' اور سمو اسلام آباد جانے کے لیے سامان باندھ رہی تھیں۔

پھر دو ایک روز بعد وہ اسلام آباد شفٹ ہو گئیں۔

تیمور سے ضرور ملنا سمو۔ اب ان لوگوں نے پرانی رنجشیں بھلا دی ہیں' تو تم کیوں دل میں میل رکھتی ہو' اور سچ تو یہ ہے کہ زیادتی تو ہماری طرف سے ہی ہوئی تھی۔"

زینت آرا نے تیمور کا پتا دیتے ہوئے تاکید کی۔ سمو نے بے دلی سے ایڈریس لے کر پرس میں رکھ لیا۔

اونہہ۔ خوامخواہ ہی اماں ان کے دل میں محبت پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں، بھئی اب وہ تیمور سے نہیں ملنا"

"چاہتیں تو نہ سہی۔

اس نے سوچا۔

لیکن سمو آپا نہ صرف یہ کہ تیمور سے ملنے گئیں بلکہ ان کی تعریفیں کیں کہ وہ حیران رہ گئی۔

"یا اللہ یہ سمو آپا کیسے پل پل بدلتی ہیں۔"

خط پڑھ کر اس نے اماں کو واپس کر دیا۔

"چلو اچھا ہوا۔ اب کم از کم وہ مخالفت تو نہیں کریں گی۔"

وہ مطمئن ہو گئی۔ لیکن اس کا یہ اطمینان اس روز رخصت ہو گیا۔ جب ایک شام اچانک ہی سمو ٹپو کو لے کر آ گئیں اور ... بہت دیر تک اماں کے گھٹنے سے جڑ کر بیٹھی سرگوشیاں کرتی رہیں اور

اماں ہونقوں کی طرح منہ اٹھائے انہیں یوں دیکھ رہی تھیں۔ جیسے وہ کوئی بڑی انہونی بات کر رہی ہوں۔ وہ باہر برآمدے میں تخت پوش بیٹھی لڑکیوں کے ٹیسٹ چیک کر رہی تھیں۔ کبھی کبھی اماں کی حیرت بھری ہنکار اس کے کانوں میں پڑتی تھی۔ ٹپو اس کے قریب بیٹھا اسے بتا رہا تھا کہ وہ اکثر تیمور ماموں کے ہاں جاتے ہیں۔ وہ اور فیری اور فیری کو تو تیمور کا ماموں کا گھر بہت پسند ہے۔ آپ نے دیکھا ہے ان کا گھر کتنا شاندار ہے۔ امریکہ میں تو ایسے گھروں میں لارڈز رہتے ہیں اور نوکر کتنے ہیں۔ تیمور انکل بھی تو لارڈ ہیں۔ انہوں نے بتایا تھا گاؤں میں ان کی زمینیں ہیں۔ آموں کے باغات ہیں اور بڑا سا گھر ہے۔

"ہوں۔"

وہ ٹپو کی باتیں بے دھیانی سے سن رہی تھی، اس کا ذہن سمو آپا کی اس غیر متوقع آمد میں الجھا ہوا تھا۔ پھوپھو بھی ابھی تک نہیں آئی تھیں۔ شاید پھوپھا ابا کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ہو اور اس پر سمو آپا کی یہ پراسرار آمد۔ اور اماں سے سرگوشیاں اس کا دل مضطرب سا ہو گیا۔ اس نے پیشن بند کر کے تخت پوش پر رکھ دیا۔ اور اٹھ کر اندر چلی گئی' سمو اسے دیکھ کر خاموش ہو گئیں۔ زینت آرا نے عجیب یاس بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیابات ہے اماں؟کوئی پریشانی کی بات ہے کیا؟نادر بھائی اور فیری تو خیرت سے ہیں نا۔"

ہاں،ہاں۔" سمو آپا چہکیں۔"

"سب خیریت ہے مینو میں تو بس یوں ہی ابا کو دیکھنے چلی آئی ہوں۔اور ساتھ ہی سوچا اماں سے مشورہ بھی کر لوں۔"

"کیسا مشورہ آپا؟"

اس نے اماں کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے سوچا ہے مینو،فیری کی شادی کر دوں۔"

"لیکن آپا وہ تو ابھی بچی ہے صرف سولہ سترہ برس کی تو ہے۔"

ہاں لیکن مینو تجھے پتا ہے آج کل رشتوں کا کتنا پرابلم ہے۔اور نادر تو فیری کی شادی کی غرض سے ہی پاکستان سیٹل" ہوئے ہیں۔"

"اچھا تو کوئی لڑکا ہے نظر میں؟"

ہاں مجھے تیمور بہت پسند ہے،گھر کی بات ہے اور پھر میں فیری کا رشتہ اس لیے بھی تیمور کو دینا چاہتی ہوں کہ... تلافی" کر سکوں۔"

مینو کو سمو کی آواز بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔اور انہیں تو ہمیشہ سے حیران کر دینے کی عادت تھی۔ اور وہ اسے حیران کر کے چلی گئی تھیں۔اور وہ یوں ساکت بیٹھی تھی جیسے پتھر کی ہو گئی ہو۔اس کا ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔

"باؤلی ہو گئی ہے۔"

بڑی دیر بعد اماں کی آواز اس کے کانوں میں پڑی' تو اس نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا تو سمو باہر جا چکی تھیں' اور شاید باہر ٹپو سے الجھ رہی تھیں۔

"فیری کی اور تیمور کی عمروں میں کتنا فرق ہے سوچتی ہی نہیں۔کہتی ہے مردوں کی عمر کون دیکھتا ہے۔"

اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی' لیکن لفظ اس کے اندر ہی کہیں گم ہو گئے

تھے۔ وہ اماں سے پوچھنا چاہتی تھی' کہ آخر کار یہ یکا یک تیمور کے لیے ان کی محبت کیوں امڈ آئی ہے۔ اور یہ وہی تیمور تو ہیں' جنہیں انہوں نے ٹھکرا دیا تھا۔

اور ابھی کل تک تو وہ ان کی شدید مخالفت کر رہی تھیں' اور مینو کے لیے وہ انہیں نامناسب لگ رہے تھے۔ اور اب ان میں ایکا ایکی ہی ایسے کیا سرخاب کے پر لگ گئے تھے' کہ وہ فیری اور اس کی عمر کا فرق بھی بھول گئی تھیں۔

"اے بولتی کیوں نہیں مینو؟"

کیا بولوں اماں؟" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔"

سچ تو یہ ہے کہ مجھے سمو کی بات دل کو نہیں لگی، اے میں تو کچھ اور ہی سوچ رہی تھی۔ طیبہ نے تمہاری خواہش کی تھی"، کھل کر تو نہیں بات کی' لیکن میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ تیمور کے لیے تمہیں مانگنا چاہتی ہیں

اور تیمور کا رجحان بھی دیکھا میں نے' پر اب یہ سمو۔ میں تو دل سے چاہتی تھی کہ تمہارا اور تیمور کا رشتہ ہو جاتا' ہماری

"زندگی میں ہی تم اپنے گھر کی ہو جاتیں۔

انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس لی' اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئیں۔

"دیکھوں۔ بوا نے تمہارے ابا کے لیے سوپ بنایا ہے یا نہیں۔"

"خدا اس لڑکی کو عقل دے، اسے تو ہمیشہ نئی نئی سوجھتی ہے۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

عقل تو انہیں اچھی طرح تھی' اور وہ سارے نفع نقصان کا حساب لگا کر آئی تھیں۔ اتنا اچھا، اعلیٰ پوسٹ پر فائز خاندانی اور سب سے بڑھ کر اتنا دولت مند داماد انہیں کہاں ملتا۔

مینو کا دل ڈوبا جا رہا تھا۔

یوں جیسے اب ڈوبا تو پھر کبھی نہ ابھر سکے گا

سید جعفر علی شاہ نے سنا تو غصے سے کانپنے لگے۔

دماغ خراب ہو گیا ہے اس کا' کہہ دو اس سے کہ میں نے مینو کا رشتہ تیمور سے طے کر دیا ہے، جاتے جاتے طیبہ نے"

"مجھ سے بات کی تھی۔

کاشف الگ خفا تھا۔

"بڑی جلدی آپ کو تلافی کا خیال آیا، آپا۔"

"آ تو گیا نا۔"

وہ بھی ایک دم ڈھیٹ تھیں۔

"آپ نے تیمور بھائی سے بھی بات کی، وہ کیا کہتے ہیں انہیں یہ رشتہ منظور بھی ہے یا نہیں؟"

"اس کا کیا ہے اس سے میں بات کر لوں گی' پہلے اماں اور ابا تو مانیں۔"

"آپ کو ابا اور اماں کی رضامندی کی ایسی کیا ضرورت ہے۔"

"دراصل میں چاہتی ہوں اماں خود بات کریں پھوپھو سے کہ وہ مینو کے بجائے فیری کا رشتہ دینا چاہتی ہیں۔"

"فیری کو بہت اچھے اچھے رشتہ مل جائیں گے آپ مینو سے دشمنی نہ کریں آپا۔"

کاشف نے انتہائی دردمندی سے کہا۔

وہ صرف مینو کی خاطر ہی تو رکا ہوا تھا۔ ابا نے اسے روکا تھا کہ وہ ایک دو ماہ کے اندر اندر مینو کو رخصت کرنا چاہتے ہیں۔

دشمنی کیسی بھیا؟ مینو کی اب کوئی شادی کی عمر تو ہے نہیں، پینتیس برس کی تو ہو چکیں۔ شادی کی نہ کی، برابر ہے۔ اپنا" "کماتی ہیں انہیں کیا ڈر ہے۔

آپا..." کاشف کو ان کے اس رویے پر بے حد دکھ ہوا۔"

لیکن وہ سب کے جذبات سے بے نیاز اپنے محاذ پر ڈٹی ہوئی تھیں۔ اور مینو کو یقین تھا کہ بالآخر جیت انہی کی ہو گی۔

وہ خاموش تماشائی بنی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ وہ کالج سے آ کر سیدھی اپنے کمرے میں گھس جاتی۔ آپا کیا کیا کرتی پھر رہی تھیں اسے اس کی خبر نہ تھی۔ ایک بار پھر اس کا دل ریزہ ریزہ ہوا جاتا تھا۔ اور وجود پارہ پارہ ہو رہا تھا۔ جانے

میرے نصیب میں کیا لکھا ہے۔

وہ سوچتی۔

اس نے تو بغیر جنگ کیے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ لیکن شاید سمو کو پتا نہیں تھا' اس لیے ایک روز وہ اس کے کمرے میں چلی آئیں۔

مینو۔" انہوں نے بڑے پیار سے اسے بلایا۔"

"سارا دن کمرے میں گھسی رہتی ہو، اس طرح بیمار پڑ جاؤ گی۔"

"بس کالج میں پڑھا کر تھک جاتی ہوں آپا۔"

"ہاں۔ اب اس عمر میں زیادہ محنت تھکا دیتی ہے نا۔"

اس نے ایک نظر انہیں دیکھا۔ وہ بڑی تر و تازہ اور فریش نظر آ رہی تھیں۔ جب کہ وہ ان سے پورے آٹھ برس چھوٹی تھی۔ اب وہ ان سے کیا کہتی کہ یہ تھکن جسمانی نہیں، ذہنی ہے۔

مینو۔" انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔"

"فیری تجھے کیسی لگتی ہے؟"

"وہ آپ کی بیٹی ہے آپا اور ظاہر ہے مجھے بھی عزیز ہو گی۔"

"مجھے پتا ہے مینو۔ تو مجھے ہم سب کو کتنا چاہتی ہے۔"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے آپا۔"

"مجھے پتا ہے مینو کہ تجھے فیری کا مستقبل بھی عزیز ہے' تو یقیناً فیری کی بہتری کے لیے ہی سوچے گی۔"

جی۔" اس نے آہستگی سے کہا۔"

فیری تیمور کو پسند کرنے لگی ہے مینو۔ وہ پاگل لڑکی تیمور کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کرنا چاہتی' وہ بڑی تصوراتی" لڑکی ہے۔ میں نے اسے بڑے لاڈ سے پالا ہے کبھی اس کی کوئی خواہش رد نہیں کی' اور اب اگر اس کی یہ خواہش پوری "نہ ہوئی تو وہ ٹوٹ جائے گی۔ مینو تو جانتی ہے اس عمر کی محبتیں بڑی دیوانی ہوتی ہیں۔

"بھلا اس سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ وہ بھی تو اسی عمر میں۔"

پھر؟" اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔"

"اماں نے تیمور سے بات کی تھی۔"

"تو اماں ہار گئیں۔"

اس نے سوچا۔

"لیکن تیمور نے فیری سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے' وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"تیمور اماں کو کہاں ملے؟"

تیمور آج تمہارے کالج میں جانے کے بعد آئے تھے۔اس وقت کہیں باہر گئے ہیں۔ پھوپھو بھی ایک دو روز میں" آنے والی ہیں۔ تم بات کرو نا تیمور سے،شاید تمہاری بات وہ مان لیں۔ میں نے دیکھا ہے وہ تمہاری بہت عزت کرتے "ہیں۔

اور تنویر نے کہا تھا کہ تم سمو آپا کے کسی غلط فیصلے کے سامنے سر نہ جھکانا۔

اور وہ تینی میں کیا کروں۔

اس نے بے بسی سے سوچا۔

دیکھو مینو۔فیری ابھی کم عمر ہے۔اس کے ہنسنے کھیلنے اوڑھنے پہننے کے دن ہیں' اور معاف کرنا تم تو اپنی عمر گزار" "... چکیں اور اب اس عمر میں تم اگر شادی نہ بھی کرو گی تو

اس کے سینے میں خنجر سا آ کر لگا۔

سمو آپا چاروں طرف سے حملہ کرنے میں ماہر تھیں۔

آپ ٹھیک کہتی ہیں آپا۔" اس کی آنکھوں کے آئینے دھندلا گئے۔"

اب یہ میری عمر کوئی شادی کرنے کی تو نہیں۔ میں تیمور کو سمجھاؤں گی۔فیری خوبصورت ہے،کم عمر ہے اور پھر آپ" "کی بیٹی ہے،وہ مان جائیں گے آپا۔

"اور تینی مجھے معاف کر دینا میں اپنا وعدہ ہار گئی ہوں۔"

سمو آپا مسرور سی، کسی فاتح جرنیل کی طرح سر اٹھائے باہر چلی گئیں اور اس کی آنکھیں برس پڑیں۔

تو یہ تھے اس کے نصیب، کتنے عجیب' منزل ایک بار پھر گم ہو گئی تھی۔

وہ سوچتی رہی اور خود کو تیمور سے بات کرنے کے لیے تیار کرتی رہی' اور تیمور خود ہی اس کے کمرے میں چلے آئے۔

"مینو بھئی تم کہاں چھپی ہوئی ہو۔ اور یہ اندھیرا کیوں کیا ہوا ہے؟"

انہوں نے لائٹ جلا دی۔

بس یوں ہی کالج سے آ کر تھک سی گئی تھی' اور آپ کا تو مجھے ابھی پتا چلا ہے۔ آپا نے بتایا تھا' اور میں بس آپ کی" طرف آ ہی رہی تھی۔"

مینو۔" وہ اس کے سامنے ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئے۔ مینو نے ایک نظر ان پر ڈالی وہ کچھ الجھے الجھے سے لگ رہے" تھے۔

"تم... تمہیں پتا ہے یہ ممانی جان کیا کہہ رہی ہیں۔"

ہوں۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔"

"کیسی بچوں جیسی باتیں کر رہی ہیں وہ"

کچھ غلط تو نہیں کہہ رہی ہیں وہ۔" اس نے آہستگی سے کہا۔"

مینو۔" تیمور نے اسے حیرت سے دیکھا۔"

ہاں، فیری بہت اچھی لڑکی ہے، کم عمر ہے، خوبصورت ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ آپ کو پسند کرتی ہے' اور اب"

"میری عمر کوئی شادی کی تو نہیں رہی نا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو مینو۔"

وہ مزید الجھ سے گئے۔

"انسان کو محض اپنے ہی لیے تو نہیں سوچنا چاہیے۔ ارد گرد کے لوگوں کا بھی ان کی زندگی پر حق ہوتا ہے۔"
اس نے دھیرے دھیرے اپنی پلکیں اٹھائیں' تیمور الجھے الجھے سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔
تیمور آپ... آپ فیری سے شادی کر لیں پلیز!" اس نے ایک دم کہا اور نگاہیں جھکا لیں۔"
آپ اماں کی بات مان لیں، وہ ٹھیک کہتی ہیں، آپ کو اور مجھے اس کے لیے ضرور سوچنا چاہیے۔ آپ نہیں جانتے اس" عمر کی محبتیں بڑی ظالم ہوتی ہیں، ریزہ ریزہ کر دیتی ہیں، اس عمر میں آدمی بڑی بے غرض محبت کرتا ہے' اس کی جڑیں اندر تک چلی جاتی ہیں۔ اور فیری تو بہت نازک اور حساس سی لڑکی ہے۔ وہ یہ دکھ برداشت نہیں کر سکے گی"تیمور۔
تیمور خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ اور اس کی کہی ہوئی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اب بھلا یہ کس قدر احمقانہ بات تھی، جو وہ کر رہی تھی۔ وہ اور فیری۔ وہ تو آج تک اس سے بچیوں کی طرف ٹریٹ کرتے ... رہے تھے' اور فیری۔ قطعی نہیں۔ یہ سب سمو کے اپنے ذہن کی اختراع ہے۔ فیری تو انہیں انکل کہتی ہے اور پلیز۔" مینو نے پھر التجا کی۔"
آپ نے کہیں نہ کہیں تو شادی کرنا ہی ہے نا سمو آپا کے بعد چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ میں نہ سہی فیری سہی، آپ کو تو اس" سے کوئی فرق نہیں پڑے گا نا۔ اور فیری کا دل ٹوٹنے سے بچ جائے گا۔ یہ شکست وریخت اسے توڑ دے گی تیمور ہر لڑکی"مینو نہیں ہوتی جو ٹوٹ ٹوٹ کر جڑتی اور جڑ جڑ کر ٹوٹتی رہے۔
تم۔" تیمور نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔"
"تم محبت کے درد سے آشنا ہو مینو میں نے غلط تو نہیں کہا تھا۔"
جن کا اپنا دل ٹوٹا ہوتا ہے' وہ دوسروں کے دل کو ٹوٹنے نہیں دیتے، آپ بھی تو درد آشنا ہیں' پھر کیوں نہیں فیری" "کے دل کو ٹوٹنے سے بچا لیتے۔
میں اس کے لیے خود کو تیار نہیں پاتا مینو۔" انہوں نے قطعی انداز میں کہا اور کھڑے ہو گئے۔"
یہ الگ بات ہے کہ تمہیں میری رفاقت منظور نہیں۔ کوئی جبر کی بات نہیں ہے مینو اگر تمہارا دل اس ساتھ کو نہیں"

"مانتا تو نہ سہی، میں جانتا ہوں کہ کسی کی محبت کو دل میں بسا کر کسی دوسرے کا ساتھ دینا بہت مشکل ہوتا ہے۔
نہیں۔" اس نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔"
"... آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ آپ نہیں جانتے آپ کو کیا خبر میرے دل"
اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ تیمور کی نظریں اسے ہی کھوج رہی تھیں۔ جو پوری آنکھیں کھولے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

روئی روئی سرخ آنکھیں
کیا کہہ رہی تھیں؟
انہیں سمجھنے کی کوشش کی۔
وہ قیامت آنکھیں۔
وہ بلا کی خطیب آنکھیں۔
کیا کہہ رہی تھیں؟
کیا بتا رہی تھیں؟
وہ سمجھے تو انکشاف کا یہ لمحہ انہیں یک دم امیر کر گیا۔
یہ ساعت، یہ ایک ساعت
یہ سارا کمال اسی ایک ساعت کا تھا۔

لمحوں میں انہوں نے عمروں کا حساب کر لیا تھا۔
انہیں دکھ ہوا کہ انہوں نے یونہی سترہ برس ایک سراب کے تعاقب میں گزار دیے تھے۔ جب کہ ٹھنڈے ٹھنڈے پانی کے چشمے تو قریب ہی ابل رہے تھے۔ کیا آندھے تھے وہ، کہ انہیں کچھ دکھائی نہیں دیا تھا۔
اور اگر محبت کے عذابوں کو کوئی جزا بھی ہوتی ہے تو یہ لمحہ بہ ساعت ان کی محبت کی جزا تھی۔

وہ اشک جو برسوں ان کے سینے میں گھٹے رہے تھے' ان کی آنکھوں میں تیرنے لگے' وہ ایک قدم آگے بڑھے اور بے اختیار اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"مینو... تم نے مجھے سے کہا کیوں نہیں؟ مجھے بتایا کیوں نہیں؟"

اس نے بے بسی سے انہیں دیکھا' اور اپنے ہونٹوں کو بے دردی سے دانتوں تلے کچل ڈالا۔

یہ کیا ہو گیا؟ کیسے جان لیا انہوں نے وہ راز جسے سترہ برس سے اس نے چھپایا ہوا تھا۔

"اچھی دوست تھیں تم۔"

وہ ہولے سے ہنسے۔

"دوستی کا دعویٰ بھی کرتی رہیں' اور اپنے راز بھی چھپاتی رہیں، راز بھی وہ جن کا تعلق براہ راست مجھ سے ہی تھا۔"

"اب جو بھی ہو۔"

اس نے اپنے ہاتھ ان کے ہاتھوں سے چھڑا لیے۔

"آپ وعدہ کریں کہ آپ فیری سے۔"

میں ایسا کوئی وعدہ نہیں کر سکتا مینو۔" انہوں نے سختی سے کہا۔"

اور کم از کم اب تو اپنے آپ کو مزید دھوکا نہ دو' اور یہ تم فیری سے ہمدردی نہیں دشمنی کر رہی ہو۔ وہ مجھ سے آدھی" عمر کی بھی نہیں ہے' اور یہ جو سمو نے تم سے کہا ہے نا تو یہ سب ان کے اپنے ذہن کی اختراع ہے۔ فیری کے دل

"میں ایسا کوئی خیال نہیں ہے۔ سمجھیں تم۔

وہ تیزی سے باہر نکل گئے' اور وہ وہیں کھڑی آنسو بہاتی رہی۔

اب وہ سمو آپ کو کیا منہ دکھائے گی۔ کیا کہیں گی وہ اور بے چاری فیری۔ نہیں میں اس کا دل نہیں ٹوٹنے دوں گی۔

میں سمو آپا سے کہتی ہوں کہ وہ خود بات کریں اس سے وہ یقینا سمو آپا کی بات نہیں ٹالیں گے۔

وہ دونوں سے آنسو پونچھتی ہوئی باہر نکلی' اور پھر وہیں ٹھٹک کر رک گئی۔ برآمدے میں ہی سمو آپا اور تیمور کھڑے تھے۔ تیمور غصے میں دکھائی دیتے تھے۔ وہ وہاں سے ہی پلٹ آئی۔

جانے سمو آپا نے کیا کہا تھا' اور تیمور نے کیا جواب دیا تھا۔ اسے خبر نہ تھی۔ شاید تیمور مان گئے ہوں، شاید نہ مانا ہو۔ وہ اپنے کمرے میں ہی بیٹھی سوچتی رہی۔ رات کھانے کے لیے بھی باہر نہ آئی۔ بوا سے اس نے کہہ دیا تھا کہ اسے بھوک نہیں ہے' اور صبح بھی وہ سب کے اٹھنے سے پہلے ہی ناشتا کر کے کالج چلی گئی' اور کالج سے آ کر کمرے میں گھس گئی اسے کچھ خبر نہ تھی کہ تیمور چلے گئے ہیں یا ابھی یہاں ہی ہیں۔

پھر دو تین دن یوں ہی گزر گئے۔ اماں سے اسے پتا چلا تھا کہ سمو اور ٹیپو چلے گئے ہیں، وہ کالج گئی ہوئی تھی۔ تو نادر آ کر اسے لے گئے تھے۔ وہ چاہتے ہوئے بھی تیمور کا نہ پوچھ سکی' اور نہ ہی اماں نے کچھ بتایا۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی گئیں۔ تو اس کا دل بھر آیا۔ یقینا سمو آپا نے تیمور کو منا لیا ہو گا۔ اور اب فیری کی شادی کی تیاریاں کر رہی ہوں گی۔ سارا دن اس کا دل ڈوب ڈوب کر ابھرتا رہا۔

تو یہ تھے اس کے نصیب

ایک سمو آپا تھیں کہ بچپن سے اب تک جو کچھ انہوں نے چاہا پا لیا۔ اور ایک وہ تھی کہ جو چاہا پا نہ سکی۔ ہمیشہ سے بچپن سے ہی آپا اس کی پسند کی چیزیں ہتھیاتی آئی تھیں۔ اور اب خود محاذ سے ہٹ گئی تھیں تو اپنی بیٹی کو آگے بڑھا دیا تھا۔ جیت تو ہمیشہ انہی کی ہوتی تھی وہ جب اور جس مہرے کو چاہتیں پیٹ لیتی تھیں۔

وہ رات اچھی طرح سو نہ سکی تھی۔ اس لیے صبح اس کا کالج جانے کا موڈ نہ تھا۔ وہ یونہی بستر پر پڑی رہی۔ بوا چائے رکھ گئی تھی۔ وہ بھی میز پر پڑے پڑے ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اس نے کروٹ بدل کر میز پر رکھی

ہوئی چائے کو دیکھا اور اٹھ بیٹھی۔ نگاہیں بے اختیار دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ تنویر دروازے میں کھڑا شاکی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تینی تم کب آئے؟"

"ہم رات سے آئے ہوئے ہیں۔"

اوہ مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں۔" وہ نادم سی ہو گئی۔"

"آؤ نا۔"

"مینو میں آپ سے سخت ناراض ہوں، آپ نے اچھا وعدہ نبھایا۔"

سوری تنویر۔" وہ افسردہ سی ہو گئی۔"

"بات ہی کچھ ایسی ہو گئی ہے، تم بے فکر رہو فیری بہت اچھی ہے۔ تیمور بہت خوش رہیں گے اس کے ساتھ۔"

"اور آپ بھی خوش ہیں۔"

تنویر اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

ہاں میں... ظاہر ہے میں بھی خوش ہوں۔" اس کی آواز بھیگ گئی۔"

"اوہ مینو۔"

اس نے مٹھیاں بھینچیں۔

آپ بہت بے وقوف بلکہ ایک دم پاگل ہیں۔ میں نے آپ سے کہا نہیں تھا' کہ اگر حالات آپ کے اختیار میں نہ" ہوں تو مجھے بلا لیجئے گا۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا۔ وہ تو اچھا ہوا کہ اماں اور میں سیدھے یہاں آنے کے بجائے پہلے تیمور بھائی کے ہاں چلے گئے۔ اور ان سے آپ کی حماقت کا پتا چلا' پھر وہاں فون پر ہی ماموں جان سے مذاکرات "ہوئے اور سب کچھ طے پا گیا۔ لہٰذا۔

دیکھا۔

آج کالج سے چھٹی کریں' بلکہ ہمیشہ کے لیے ہی چھٹی کر لیں آج رات کو آپ کا اور تیمور بھائی کا نکاح ہے۔ رخصتی دو" "چار روز میں ہو گی۔ کیونکہ نکاح ذرا ہنگامی بنیادوں پر ہو رہا ہے۔

"اور وہ فیری؟"

اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

وہ... وہ تو بہت خوش ہے کہ اس کے تیمور انکل اور مینو آنٹی کی شادی ہو رہی ہے' اور وہ ایک پاکستانی شادی" میں شریک ہو سکے گی۔ اس لیے تو رخصتی میں کچھ دن رکھے ہیں تاکہ ساری رسمیں ہو سکیں۔ ورنہ تیمور بھائی تو رخصتی

"... بھی نکاح کے ساتھ ہی

"اور سمو آپا وہ تو بہت ناراض ہوں گی؟"

ہاں لیکن ان کی ناراضگی کی پرواہ کسے ہے۔ تیمور بھائی اپنا ٹرانسفر کروا رہے ہیں۔ اور وہ آپ کو لے کر کراچی جائیں گے،"

"سمو آپا کی دسترس سے دور' جناب بھابی صاحبہ آیا آپ کی سمجھ شریف میں۔

اوہ منزلیں ایک دم سہل ہو گئی تھیں' اور ہواؤں کے رخ بدل گئے تھے۔

اس کے چہرے پر دھنک رنگ پھیل گئے۔

اور تیمور جو ابھی ابھی اندر آئے تھے' اس کے چہرے پر پھیلتے رنگوں کو دلچسپی سے دیکھنے لگے۔